ماہنامہ مجلّہ

حیاتِ نو

بلریا گنج

"غیر اللہ کی حاکمیت میں ایک وفادار رعایا بن کے رہنے کے معنی یہی نہیں ہیں کہ ہم نے اسلام کی ایک بنیادی تعلیم کی خلاف ورزی کی، بلکہ اسکے معنی یہ بھی ہیں کہ اب ہماری پوری زندگی شعوری یا غیر شعوری طور پر ایسے سانچے میں ڈھلتی چلی جائے گی جو اسلام کے مطلوبہ سانچے سے بالکل مختلف ہوگا۔ اب ہمارے معاشرے کی تاسیس، ہمارے تمدن کی اٹھان، ہمارے نظام تعلیم کی تربیت اور ہمارے معاشی اور اقتصادی مسائل کی تنظیم ایسی بنیادوں پر ہوگی جو ہماری خواہشوں کے علی الرغم ہم کو اپنے اجتماعی مسلک اور اپنے تصورات زندگی سے دور پھینکتی چلی جائیں گی۔"

(فریضہ اقامت دین از مولانا صدر الدین اصلاحی ص [illegible])

ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح کی مطبوعات

دینی مدارس اور ان کے مسائل —— قیمت : ۳۰/روپے

اس موضوع کے مختلف گوشوں پر مولانا ابوالعرفان ندوی، مولانا حبیب الرحمٰن عمری، مولانا فاروق خاں، مولانا مقتدیٰ حسن ازہری، مولانا عزیز صاحب المظاہری، مولانا مجیب اللہ ندوی اور سید حامد سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ وغیرہم کے ان مقالات کا مجموعہ ہے۔ جو انہوں نے انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے دوسالہ کنونشن منعقدہ ۱۲/۱۳/ فروری ۱۹۸۸ء میں پیش فرمائے تھے۔

نقوش و تاثرات —— قیمت : ۸/روپے

مولانا جلیل احسن ندوی کے اہم مضامین کا دلکش اور خوبصورت مجموعہ

ساہتیہ پربھا —— (مرتب : ڈاکٹر کوثر یزدانی) قیمت : ۱۵/روپے

ثانوی درجات کیلئے اسلامی مزاج کے مطابق تیار ہندی نصابی کتب

ہندی ساہتیہ سمن —— (درجہ ہفتم و ہشتم کیلئے سپلیمنٹری بک) قیمت : ۱۵/روپے

جس میں ہندی قواعد، ہندی شعراء کا تعارف اور دیگر مفید چیزیں جمع کردی گئی ہیں۔ جو بچوں کو ہندی سکھانے کیلئے بڑی مفید ثابت ہوں گی۔

—— ملنے کا پتہ ——

ادارہ علمیہ، جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڈھ - 276 121 (یوپی)

اسلامی ساہتیہ پرکاشن، 1525، سوئی والان، نئی دہلی - 110 002

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریا گنج

شمارہ نمبر ۳	ذوقعدہ ۱۴۱۹ھ مارچ ۱۹۹۹ء	جلد نمبر ۱۵

مدیر معاون	مدیر	مدیر مسئول
انیس احمد فلاحی	عبدالبر اثری فلاحی	نور محمد فلاحی

☆ سالانہ زرتعاون: 50.00 روپے

☆ خصوصی زرتعاون: 100.00 روپے

☆ بیرون ملک سے: 25.00 امریکی ڈالر

☆ طلبہ کے لئے: 40.00 روپے

☆ اعزازی زرتعاون: 1000.00 روپے

☆ قیمت فی شمارہ: 5.00 روپے

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا جلد سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ "مجلہ حیات نو"، جامعۃ الفلاح

بلریا گنج، اعظم گڑھ 276 121 (یوپی) فون نمبر 05466-25115

نقوشِ حیاتِ نو

اداریہ

بندۂ حق بیں وحق اندیش

صاحب علم ویقیں ماہر نحو وادب — عبدالبر اثری فلاحی ۳

بحث ونظر

رسوم جاہلیہ اثرات وخاتمہ کی تدابیر — آسیہ بانو فلاحی ۹

قتل انسانی اور فتنہ یہود — ڈاکٹر احسن فاروقی ۲۰

مذاہب عالم

نصرانیت — انیس احمد فلاحی ۲۵

سیر وسوانح

ذکر جلیل — عبدالرب اثری فلاحی ۲۹

فقہ وفتاویٰ

تعلیم کی غرض سے لاش کے استعمال کا حکم — ابوار قمر فلاحی ۳۵

تعارف وتبصرہ

قرآن کریم میں نظم ومناسبت — ابو عبدالرحمن عمار فلاحی ۳۶

جامعہ کے لیل ونہار

نگران اعلیٰ وہیڈ معلم کلیۃ البنات کا انتخاب

درجہ اعدادی کا آغاز ریٹائر کیے جانے والے اساتذہ — ادارہ ۳۹

روداد انجمن

دلی یونٹ کا انتخاب ورپورٹ — محمد ارشد فلاحی — آخری اندرونی ٹائٹل

خطوط ومسائل — عبدالحق فلاحی ۴۴

ابرار احمد اعظمی ۴۶

بندۂ حق بیں وحق اندیش
مائل خیر آبادیؒ

عبدالبر اثری فلاحی

۱۸ دسمبر ۱۹۹۸ء کو وہ چراغ بھی بجھ گیا جس نے نئی نسل کی مسیحائی کے لیے اپنا سب کچھ تج دیا تھا، جسے دنیا مائل خیر آبادی کے نام سے جانتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ بچوں کے فطری ادیب، خواتین کے مسیحا، نفسیات کے ماہر، معاشرتی مسائل کے نباض، بے نظیر مربی، کہنہ مشق معلم اور قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کا اصل نام محمد اسحاق، والد کا نام حافظ داؤد علی تھا۔ مائل تخلص اور وطن خیرآباد ضلع سیتاپور (اودھ) یوپی۔ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں مڈل پاس کیا اور ۱۹۳۹ء میں ٹیچرز ٹریننگ کی سند امتیازی نمبروں سے حاصل کی۔ معلم رہے اور ہیڈ معلمی بھی کی، مولانا ابوالمجاہد زاہد صاحب احسان اللہ محمود کے ذریعہ تحریک اسلامی سے قریب آئے اور پھر اسی کے ہو کر رہ گئے۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۲ء سے جون ۱۹۷۶ء تک مولانا ابو سلیم محمد عبدالحی کے زیر سرپرستی بحیثیت معاون مدیر ادارہ الحسنات سے وابستہ رہے۔ اسی زمانہ میں بچوں کا رسالہ "نور" بھی جاری ہوا۔ بعد میں علیحدہ ہو کر آپ نے خواتین وطالبات کیلئے رامپور ہی سے "حجاب" جاری کیا جو مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے ہنوز جاری ہے۔

سادگی و انکساری، صبر و استغنا، غیرت و خودداری، نرمی و صلہ رحمی اور خلوص و محبت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی آپ کی پوری زندگی سرمایہ عبرت و موعظت ہے۔ آپ نے خاندان و معاشرے کے اندر پائی جانے والی بدعات و خرافات سے گریز کیا تو آپ کا حقہ پانی بند کر دیا گیا پھر بھی آپ جادہ حق سے نہ ہٹے۔

آپکی زندگی کا وہ موڑ بھی انتہائی قابل رشک ہے جب کہ آپ نے تدریس کی سرکاری ملازمت کو تیاگ دیا محض اس وجہ سے کہ آپ کو حق کی تعلیم سے روکا جارہا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار ہندی کا کلاس لے رہے تھے ایک مصرعہ

ہے محمد، بدھ، عیسیٰ ایشور کے اوتار ہو تم!

کی تشریح کرتے ہوئے اوتار اور رسول کا فرق بتلایا اور کہا کہ شاعر دراصل اس فرق سے ناواقف ہے کہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق رسول "پیغامبر" اور "ایشور دوت" ہوتا ہے اور ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق "اوتار" وہ ایشور ہوتا ہے جو مختلف روپ میں ظاہر ہوتا ہے اور اپنے مشن کی تبلیغ کرتا ہے۔ کلاس کے دوران ہی پرنسپل صاحب اچانک آگئے اور درجہ کا معائنہ کیا، کلاس ختم ہونے کے فوراً بعد دفتر میں طلب کیا اور فرمایا کہ "مائل صاحب! آپ نصاب میں جو کچھ ہے وہی پڑھایئے کتاب کے سبق سے ہٹ کر پڑھانا اور اسلامی عقیدہ زبردستی ٹھونسنا صحیح نہیں ہے۔" مائل صاحب نے جواب دیا کہ "ایک معلم کا فرض ہے کہ وہ نظم کے محاسن معائب بھی بتلائے بچوں کے ذہن کو بھی صاف کرے اور طلبہ کی سوچ کے سوتوں کو بھی کھولے"۔ بعد میں ڈپٹی انسپکٹر نے بھی اسی طرح دھمکی دی اب آپ کے لئے لمحہ فکریہ تھا کہ کیا کریں؟ ایک طرف اپنی ملازمت اور اس کی پابندیاں تھیں تو دوسری طرف اسلامی تعلیم کی پامالی کا سوال تھا جس سے نہ صرف ایک شخص بلکہ ایک پوری نسل کی گمراہی کا خدشہ تھا۔ ذرا ان کے احساسات ملاحظہ ہوں۔

"جج جو انسان کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے تو وہ صرف اپنی ذات تک گنہ گار ہوتا ہے لیکن میں جو طلبہ کو پڑھا رہا ہوں تو خود گنہ گار بھی ہوتا ہوں اور کلاس کے بچوں کے ذہنوں کو بھی خراب کر رہا ہوں گویا کہ میں دوہرا گنہ گار ہو رہا ہوں۔ (مائل سے ایک انٹرویو سے ماخوذ)

چنانچہ حق کو ترجیح دیتے ہوئے انھوں نے باطل کی چاکری کو خیر باد کہہ دیا آزادانہ طور پر حق کی اشاعت و تبلیغ اور بچوں کی اصلاح و تربیت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور علامہ اقبالؒ کے اس شعر کے مصداق بن گئے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

آج بھی اہل حق و سرکاری ملازمتوں میں اس قسم کے حوادث کا آئے دن سامنا رہتا ہے۔ اے کاش وہ سب مومنانہ کردار کے اظہار کی توفیق پا سکیں۔ (آمین)

اس انقلابی موڑ کے بعد آپ باضابطہ تحریر و تصنیف کے لائن میں آگئے، اور بچوں کی بہت ساری کتابیں تصنیف کیں جس میں شاہین سیریز، دلہن بھابھی، جنت کا چاند سا تھی، شہزادہ توحید، ہیرے کا تحفہ وغیرہ کافی مقبول ہوئیں۔ ہزاروں مخلوق خدا کو فیض پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ شیطان کو یہ فیض رسانی بھی گوارا نہیں تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ انھوں نے بتایا کہ "کبھی کبھی مجھے یہ خیال ستاتا تھا کہ میں جو افسانے، کہانیاں وغیرہ لکھتا ہوں اور بسا اوقات نام اور کردار فرضی ہوتے ہیں تو کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ جھوٹ میں شمار ہو اور میں گنہ گار قرار پا کر پکڑا جاؤں"۔ ایک مرتبہ اپنے اس احساس کا تذکرہ مولانا جلیل احسن ندوی سے کیا۔ مولانا کو یہ شیطانی وسوسہ محسوس ہوا اور انھوں نے فرمایا "نہیں ایسا تو نہیں کہ شیطان آپ کو اس اچھے کام سے پھیرنا چاہتا ہے تاکہ نونہالوں کی تعلیم و تربیت کا جو سامان آپ سے ہو رہا ہے اس کو روک دیا جائے"۔ آپ نے بتایا کہ "مولانا کی اس بات سے مجھے شرح صدر ہو گیا اور پھر مجھے کبھی اس وسوسہ نے نہیں ستایا"۔ معلوم یہ ہوا کہ شیطان ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے اور ہر اچھے کام پر بند لگانے کیلئے کوشاں رہتا ہے اگر مولانا نے بروقت صحیح رہنمائی نہ فرمائی ہوتی تو ہمیشہ کیلئے یہ فیض رک جاتا۔ اطاب اللہ ثراھما و جعل الجنۃ مثواھما۔

صاحب علم و یقیں ماہر نحو و ادب

مولانا محمد ایوب اصلاحیؒ

۲۹ جنوری ۱۹۹۹ء کو جامعۃ الفلاح اپنے کہنہ مشق استاد مولانا محمد ایوب

اصلاحی صاحب سے محروم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف ماہر نحو و عربی ادب، بہترین مترجم اور مصنف تھے۔ ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے وطن بیر اچھور اعظم گڑھ والد کا نام محمد صدیق، والدہ کا نام فاطمہ تھا ابتدائی گھریلو تعلیم کے بعد مدرسۃ الاصلاح میں داخلہ لیا اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی، دوران طالب علمی بالخصوص مولانا امین احسن صاحب اصلاحی، مولانا اختر احسن صاحب اصلاحی، اور مولانا شبلی متکلم صاحب ندوی وغیرہم سے استفادہ کیا۔ بعد تکمیل تعلیم بغرض تدریس قصبہ نگرام لکھنؤ تشریف لے گئے تقریباً دو سال خدمات انجام دیں پھر مولانا احمد سعید صاحب جنرل سکریٹری جمعیۃ العلماء کی دعوت پر کوچہ چیلان دہلی تشریف لے گئے اور شعبہ تصنیف و تالیف سے وابستہ ہوئے اسی زمانے میں سیرت رسولؐ پر ایک کتاب لکھی جس کا پہلا ایڈیشن تو مولانا کے نام سے شائع ہوا البتہ دوسرے ایڈیشن میں ان کا نام تبدیل کر دیا گیا، وہاں سے باغ میر پیٹو اعظم گڑھ (یوپی) کے اسلامیہ مکتب میں بحیثیت معلم آئے اور چند سال رہ کر حاجی منت اللہ صاحب کی دعوت پر جامعۃ البیات کان پور تشریف لے گئے جہاں آپ نے چار سال قیام فرمایا بعد میں وہ درسگاہ خود ختم ہو گئی تو درسگاہ اسلامی رامپور تشریف لے گئے۔ ۱۹۸۶ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد وطن لوٹے مدرسۃ الاصلاح اور جامعۃ الفلاح دونوں کے ذمہ داران نے خدمت حاصل کرنی چاہیں۔ بالآخر جامعۃ الفلاح کے ذمہ داران کی کوششیں رنگ لائیں اور آپ یکم جون ۱۹۸۹ء سے کلیۃ البنات جامعۃ الفلاح میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ گذشتہ سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ امسال مولانا کی پیرانہ سالی اور ضعف کو دیکھتے ہوئے انھیں سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ رمضان میں کولہے اور کمر کی تکلیف سے بیماری کا آغاز ہوا۔ پھر پیٹ میں گلٹی نکلی علاج و معالجہ سے جانبر نہ ہو سکے اور آخری دن شدید بخار کی حالت میں رات ایک بج کر چالیس منٹ پر انتقال فرما گئے۔ اسی دن بعد جمعہ نماز جنازہ پڑھی گئی

اور تدفین عمل میں آئی۔ مولانا عنایت اللہ سبحانی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

نحو صرف آپ کا خصوصی مضمون تھا برابر آپکے زیر درس رہا۔ اس فن میں آپکو پوری مہارت تھی چنانچہ "تعلیم النحو" کے نام سے دو حصوں میں فن نحو پر کتاب بھی لکھی جو کافی مقبول ہوئی اور مختلف مدارس میں نصاب میں شامل ہے۔ یہ کتاب "النحو الواضح" کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ البتہ مسائل کی ترتیب وہی رکھی گئی ہے جو مولانا فراہی کی کتاب "اسباق النحو" میں ہے۔ چنانچہ اس کتاب کیلئے تو ابتدائی معاون کتاب ہے۔

عربی ادب سے بھی آپ کو خصوصی دلچسپی تھی چنانچہ عام لوگوں کو عربی سکھانے کے لئے بھی آپ نے دو حصوں میں "آؤ عربی سیکھیں" کے نام سے کتاب تیار کی تھی۔ جو شائع بھی ہوئی اور مقبول بھی ہوئی۔ بالخصوص بیرون ملک سفر کرنے والوں کیلئے ذاتی طور پر عربی سیکھنے کے لئے بہت مفید کتاب ہے۔

تصنیف و تالیف اور مضمون نویسی بھی آپ کا مشغلہ تھا۔ زیادہ تر "الفرقان" میں لکھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ترجمان القرآن، الحسنات، زندگی، الانصاف، ذکری، دعوت اور تجلی وغیرہ میں بھی آپکے کافی مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ جامعۃ البیات رامپور سے "پیام انسانیت" کے نام سے پرچہ نکلنا شروع ہوا تو چار سال تک آپ اس کے مدیر رہے بعد میں وہ بند ہو گیا۔ ہنگامی حالات میں آپ بسا اوقات "زندگی" رامپور کو بھی ایڈٹ کیا کرتے تھے۔

آپ بہترین مترجم بھی تھے۔ ابن قیم کی کتاب "امثال القرآن" کا ترجمہ بالاقساط پہلے "ترجمان القرآن" میں شائع ہوا پھر بعد میں وہ کتابی شکل میں بھی طبع ہوئی۔ اسکے علاوہ آپ کی مزید دو کتابیں منتظر طبع ہیں۔ ایک "عورت تہذیب کے دوراہے پر" اور دوسری "پردہ اور اسلام" ایک کتاب زیر ترتیب بھی تھی جو تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ خدا کرے جلد اسکے اشاعت کی شکل پیدا ہو جائے۔

مولانا امین احسن اصلاحی سے آپ زیادہ متاثر تھے چنانچہ جب مولانا امین احسن اصلاحی صاحب جماعت اسلامی سے وابستہ ہوئے تو آپ بھی جماعت سے وابستہ ہو گئے اور تا عمر وابستہ رہے۔ مولانا ابو اللیث صاحب اصلاحی کی امیری کے زمانے میں آپ نے باہر رہ کر رابطہ اور اہم امور کی انجام دہی کی خدمت بھی انجام دی۔ اور اس حلقے میں مشقتیں بھی اٹھائیں۔

آپ نماز کے انتہائی پابند تھے چنانچہ جب تک رہے گاؤں کی مسجد میں امامت کرتے رہے۔ جمعہ کا خطبہ بھی آپ ہی دیتے تھے اور عیدین بھی آپ ہی پڑھاتے تھے۔ نماز اور تدریس برابر آپ کے ذہنوں پر سوار رہتی۔ یہاں تک کہ آخری ممات میں برابر یہی کہتے "چھڑی لاؤ، پانی لاؤ وضو کرنا ہے نماز کیلئے جانا ہے۔ شیروانی دو، دیر ہو رہی ہے اسکول جانا ہے"۔

آپ وقت کے بھی انتہائی پابند تھے ہمیشہ وقت سے پہلے پہنچتے موسم خواہ سازگار ہو یا ناسازگار اگر کبھی بس نہ پہنچتی تو سواری سے ہی چل پڑتے تاکہ وقت پر مدرسہ حاضر ہو سکیں۔

آپ کے اخلاق و کردار، سادگی، کم گوئی اور استقلال سے سبھی متاثر تھے۔ چنانچہ گاؤں میں جب امن کمیٹی بنی تو آپ ہی کو اس کا صدر بنایا گیا اور برابر آپ ہی کی رہنمائی میں سب کام کرتے رہے۔

آپکی شادی چچازاد بہن محمودہ سے ہوئی تھی الحمد للہ وہ حیات ہیں۔ اللہ نے آٹھ اولاد عطا کی، چار لڑکے (عبد الفتاح مرحوم، محمد ادیب، محمد صبیح، اور عبد التواب فلاحی) اور چار لڑکیاں (مشہودہ، شاہدہ، خالدہ، اور ساجدہ) اللہ سے دعا ہے کہ وہ تمام پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے اور جامعہ کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔

آمین ثم آمین۔

رسوم جاہلیہ

اثرات اور خاتمہ کی تدابیر

آسیہ بانو فلاحی

اللہ نے اسلام کو دین یسر (آسان دین) بنایا ہے جس پر چل کر انسان اپنی زندگی کو نہایت خوشگوار بنا سکے اسی طرح اسلام دین فطرت ہے اور انسان کو وہی قوانین عطا فرماتا ہے جن کی بجا آوری اس پر آسان ہو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا (النساء: ۲۸)

اللہ تم سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

لیکن اسوقت جہالت اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ہمارا معاشرہ دوسری برائیوں کے ساتھ ساتھ، رسم ورواج کی بے جا پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے نمود و نمائش، ریا و افتخار، تقریبات کے مواقع پر اسراف بے جا یہ آج کے مسلم معاشرے کا طرۂ امتیاز بن چکا ہے۔ ذیل میں چند ایسی جاہلی رسموں کا جائزہ ہے جو ہمارے معاشرے میں جڑ پکڑ چکی ہیں اور جن کی وجہ سے معاشرے کی خرابیوں میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

۱۔ پیدائشی جوڑا: بچے کی پیدائش کے موقع پر نانی ہاں اور دادی ہاں سے پیدائشی جوڑے کے نام پر یہی نہیں کہ تحفے کے طور پر صرف بچے کو چند کپڑے جو ضرورت کے وقت اس کی کفایت کر جائیں دیے جاتے ہیں بلکہ ساز و سامان، جوڑوں کپڑوں اور زیورات پر مشتمل ایک لمبی چوڑی فہرست ہوتی ہے جس میں نومولود کے دادی ہاں یا نانی ہاں کے گھر کے ہر فرد کیلئے مکمل جوڑا دیگر لوازمات کے ساتھ دینا ضروری قرار دے لیا گیا اور اس

ننھے سے بچے کیلئے یہ لوازمات مثلاً لڑکا ہے تو سونے کی زنجیر، جھنجھنا، انگوٹھی، چاندی کا چمچہ و پیالی وغیرہ اور لڑکی ہے تو سارے زیورات جو ایک لڑکی بڑی ہو کر ہی استعمال کر سکتی ہے وہ بچے لازمی قرار پاگئے ہیں اور ان احساسات کے ساتھ یہ سامان تیار کیا جاتا ہے کہ اگر اسمیں کمی و بیشی ہوئی تو محلہ پڑوس کیا کہے گا سماج میں ہماری عزت خاک میں مل جائیگی۔

(۲) عقیقہ اور ختنہ کے موقعہ پر خرافات | عقیقہ اور ختنہ کی رسم بعض گھروں میں انتہائی بڑھ چڑھ کر منائی جاتی ہے۔ جس میں گھروں کی انتہائی سجاوٹ لمبی چوڑی دعوت کا اہتمام، اعزہ و اقرباء اور دیگر متعلقین کو آدمی اور خطوط دیکر بلانا اور اس موقع پر قیمتی ملبوسات کا اہتمام کرنا یہ تمام باتیں خود سے اپنے اوپر لازم قرار دے لی گئی ہیں۔ جنکی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں یہ دو روایتیں اندازہ لگانے کیلئے کافی ہیں کہ شریعت اس طرح کے مواقع پر کس قدر سادگی کی تعلیم دیتی ہے:

وعن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله ﷺ امرهم ان يعق عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة (ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا تھا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ کیا جائے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا:

وعن سمرة بن جندب رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله ﷺ قال: كل غلام مرتهن بعقيقته يذبح عنه يوم سابعه و يحلق و يسمى (احمد)

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض رہن ہوتا ہے۔ ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور بچے کے بال منڈا کر اسی دن نام رکھا جائے۔

ختنے کے سلسلہ میں بھی آپ کے عمل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ اسطرح

سنت کی دعوت میں شریک ہوئے ہوں یا عہد رسول ﷺ میں اسکا اہتمام ہوا ہو۔

مسند احمد میں حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ عثمان ابن العاصؓ کو کسی نے ختنہ میں بلایا تو آپؓ نے جانے سے انکار کردیا آپؓ سے وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے جواب دیا کہ ہم عہد رسول میں نہ جاتے تھے۔

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ شریعت میں جس امر کا اعلان ضروری نہیں اسکے لئے لوگوں کو جمع کرنا اور بلانا خلاف سنت ہے۔

البتہ اس موقعہ پر بغیر کسی خاص اہتمام اور بغیر نام نمود کے دوست، احباب اور اقرباء کی دعوت کر دی جائے تو جائز ہے۔ یہی بات فتاویٰ احیاء العلوم میں بھی درج ہے۔

(۳)۔ رسم منگنی | شادی بیاہ کی رسموں میں سب سے اولین رسم منگنی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں سگائی بھی کہتے ہیں۔ یہ رسم موجودہ ترقی یافتہ صورت میں بھی کچھ ہی سالوں کی پیداوار ہے۔

اب سے پہلے یہ ہوتا تھا کہ لڑکی والے تنہا یا اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ لڑکے والے یہاں جاتے اور لڑکا دیکھنے کے بعد اسے کچھ نقدی یا بعض اوقات اسکے ساتھ قیمتی گھڑی دے کر آجاتے جو اس بات کی علامت ہوتی کہ رشتہ پکا ہو گیا اور اب لڑکی والے لڑکا دیکھنے اور ڈھونڈھنے کی فکر سے آزاد ہیں اسے عرف عام میں "چھنکائی" کہا جاتا ہے، لیکن اب اسکی شکل مختلف ہو گئی ہے اب لڑکے والے آٹھ یا دس لڑکی والے کے یہاں جاتے ہیں جسمیں انکی ضیافت کا بڑھ چڑھ کر اہتمام کیا جاتا ہے اور ان مہمانوں کے ساتھ عورتوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے جو لڑکی کو پسند کرتی ہیں اس کے بعد اسکو کوئی زیور مع جوڑا دیا جاتا ہے حسب استطاعت مٹھائی بھی ضروری ہوتی ہے جو تقریب منگنی کے اختتام کے بعد محلہ و پڑوس میں تقسیم کی جاتی ہے۔

چھنکائی کی یہ رسم اپنی سادہ صورت میں قلیل رقم ہی میں پوری ہو جاتی تھی

لیکن اب اپنی موجودہ صورت میں یہ رقم طرفین کے صرفے کو ملا کر ہزاروں روپیوں سے متجاوز ہو جاتی ہے جو بہر حال ایک بوجھ ہے۔

(۴)۔ بارات | یہ شادی کا رکن اعظم سمجھا جاتا ہے اور اس کے لئے کبھی لڑکے والے اور کبھی لڑکی والے اصرار و تکرار کرتے ہیں، مقصود صرف اس سے ناموری اور تفاخر ہے سنت رسول سے بارات لیجانا کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لڑکی والے یہ چاہتے ہیں کہ بارات میں کم تعداد ہو لیکن طے شدہ تعداد میں بسا اوقات ۲۰، ۵۰ کا اضافہ ہو جاتا ہے جس سے کبھی کبھی بے آبروئی بھی ہو جاتی ہے، حالانکہ کبھی بھی دعوت میں بلا بلائے جانے پر حدیث میں سخت مذمت آئی ہے:

وعن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ و من دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقا و خرج مغیرا (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا "جس کو دعوت دی گئی اور اس نے اسے قبول نہیں کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو شخص دعوت میں بلا بلائے چلا گیا تو چور ہو کر اور نکلا تو لٹیرا بن کر" یعنی یہ ایسا گناہ ہوتا ہے جیسے چوری اور لوٹ مار۔

بارات پہونچنے کے بعد ایک جگہ قیام کرتی ہے اور طرفین کی برادری کے سامنے بری (ڈال) کھولا جاتا ہے۔ ابتدائی ضیافت کے بعد رسم نکاح ادا ہوتی ہے اور رخصتی سے پہلے تمام سامان جہیز مجمع عام میں لایا جاتا ہے یاد رہے کہ شادی سے ایک روز قبل لڑکی کے برادری والے اور محلہ و پڑوس کے لوگ اسے دیکھ چکے ہوتے ہیں مقصود اس سے کیا ہوتا ہے یہ واضح ہے۔

(۵)۔ رسم جہیز | تجہیز کے معنی سامان مہیا کرنا یہ عربی لفظ اردو میں آ کر جہیز بن گیا اور ایک مخصوص موقعے پر مہیا کئے ہوئے ساز و سامان کیلئے استعمال ہوتے ہوتے ایک اصطلاح کی شکل اختیار کر گیا اور اس سامان کیلئے استعمال ہونے لگا جو شادی بیاہ کے موقعے پر لڑکی کو اپنے میکے والوں کی جانب سے دیا جاتا ہے اور بالخصوص باپ کی جانب سے۔

اسوقت جہیز ہمارے سماج کا سب سے بڑا ناسور ہے۔ ہر لڑکے کے والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے (الا ماشاء اللہ محدودے چند لوگوں کے جن کو اللہ تعالی نے معصیت سے بچنے کی توفیق دی ہو) کہ ہمارے گھر میں آنیوالی لڑکی گھر کی زیبائش اور آسائش کا ہر سامان لائے اور اس کے لئے لڑکی والوں کے سامنے فہرست فرمائش پیش کی جاتی ہے۔ اور لڑکی والے چاروناچار اپنی استطاعت سے بڑھ کر بسا اوقات اپنی ضرورت کی اشیاء فروخت کرکے خود قلاش ہو کر اپنی لڑکی کے ہاتھ پیلے کرتے ہیں اور کتنی ہی لڑکیاں شادی کی عمر کو تجاوز کر جاتی ہیں۔ محض اس بنا پر کہ ان کے والدین کو فرمائشی سامان کی فہرست کو پورا کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی، چنانچہ پورا نہ کرنے کی وجہ سے خودکشی اور عصمت فروشی کی شرح میں غیر معمولی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

بعض ایسے افراد جو زبان قال سے دعوی کرتے ہیں کہ ہم رسم جہیز کے خواہاں نہیں ہیں لیکن زبان حال ان کی دلی خواہش کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتی۔

ہمارے نوجوان اپنی کمائی پر بھروسہ نہیں کرتے اور نہ اللہ کی توفیق پر، جہیز کی کمی کے نتیجے میں نئی دولہنیں ستائی جاتی ہیں ان کو طعنے دیئے جاتے ہیں اور ان کو زدوکوب کیا جاتا ہے کبھی اسکوٹر نہ ملنے پر تو کبھی ٹی وی، وی سی آر اور فریج کی یا پھر تو کبھی چار پہیہ کی گاڑی نہ ملنے پر۔

وہ چیز جس کو ہمارے دین میں سب سے آسان بنایا گیا تھا آج ہم مسلمانوں کے یہاں مشکل ہو گیا ہے۔ نکاح میں کم سے کم خرچ ہونا چاہیے ایسے نکاح کو بابرکت

قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ (بیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ۲۶۸) "زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس کا خرچ کم سے کم اور ہلکا ہو۔

ایسا اس لئے ہوا ہے کہ ہم غیروں کی تہذیب سے متاثر ہو گئے ہیں تبھی اپنا چین و سکون کھو چکے ہیں۔

لڑکی والے بھی معاشرے کے تمام چین کی وجہ سے استطاعت سے بڑھ کر جہیز دینے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور اس احساس کے ساتھ دیتے ہیں کہ جہیز کی کمی کی صورت میں ہماری بچی کی اس گھر میں عزت نہ ہو سکے گی اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا نباہ مشکل ہو جائے۔

(۶)۔ رسم مڑوہ رخصتی سے پہلے نوشہ کو گھر میں بلایا جاتا ہے جہاں کنبہ کی عورتیں اور رشتہ دار عورتیں جمع ہوتی ہیں نوشہ کے گھر میں آنے کے وقت کوئی احتیاط نہیں رہتی بڑی بڑی پردے والیاں آرائش و زیبائش کئے ہوئے اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یہ تو نوشے کی شرم کا وقت ہے اب یہ کسی کو نہ دیکھے گا۔ اور اس موقع پر یہ مجتمع خواتین نوشے کو کچھ نقدی دینے اور سونے چاندی کی انگوٹھی پہنانے کا اہتمام کرتی ہیں اور اس کے علاوہ دیگر حرکتیں ہوتی ہیں مثلاً تصویر کھینچنا بے تکا مذاق کرنا، نوشے کے گلے میں روپوں کا ہار پہنانا وغیرہ۔

(۷)۔ رسم عیدی شادی کے بعد لڑکی سسرال میں پہلی مرتبہ عید کرتی ہے تو اس موقع پر لڑکی کو عمدہ لباس کے ساتھ ساتھ کچھ زیورات دینے کا اہتمام ضروری سمجھا جاتا ہے نیز سسرال کے تمام افراد کو کپڑا وغیرہ دینا بھی واجب سمجھا جاتا ہے۔

یہ وہ رسمیں ہیں جن کا وجود معاشرے میں بہت سی خرابیاں پیدا کر چکا ہے لیکن اہل معاشرہ کو اس کا احساس تک نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب کسی گناہ کو کثرت سے کیا جاتا ہے تو احساس گناہ ختم ہو جاتا ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا ہے کہ شادی بیاہ کی رسموں میں اگر فی رسم تین گناہ فرض کیا جائے تو تمام رسومات سیکڑوں گناہوں کا مجموعہ ہو جاتی ہیں اور تمام گناہوں کا مرجع مندرجہ ذیل معاصی ہوتے ہیں۔

(۱)۔ اسراف یہ وہی خرابی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ (بنی اسرائیل ۲۶۔۲۷)

فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں نیز فرمایا:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا (سورۃ الاعراف ۳۱)

کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔

۲۔ افتخار و نمائش حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص دکھاوے کیلئے کوئی کام کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کریگا:

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ من لبس ثوب شھرۃ فی الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلۃ یوم القیامۃ (ترمذی، احمد، ابوداؤد)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کسی نے دنیا میں شہرت کا لباس زیب تن کیا خدا اسے قیامت کے روز ذلت کا لباس پہنائے گا"۔

وعن جندبؓ قال: قال النبی ﷺ من سمع سمع اللہ بہ و من یرائی یرائی اللہ بہ (بخاری، مسلم)

حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے شہرت کی خواہش کی تو اللہ اس کو ظاہر کر دے گا اور جو کوئی دکھانے کی غرض سے کوئی

کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خوب دکھائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ولا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ومن یکن الشیطن لہ قرینا فساء قرینا (النساء:۳۸)

وہ لوگ اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال مخصوص لوگوں کو دکھانے کیلئے خرچ کرتے ہیں حقیقت میں وہ نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت پر شیطان جس کا رفیق ہوا اسے بہت بری رفاقت میسر آئی۔

۴۔ التزام مالا یلزم یعنی اپنے اوپر ایک غیر ضروری چیز کو لازم قرار دے لینا اور اس پر پابندی سے عمل کرنا دراں حالانکہ شریعت نے اس کو غیر ضروری قرار دیا ہو اور شریعت نے جس کو ناجائز اور حرام ٹھہرایا ہو اگر اس کو ضروری سمجھا گیا تو بالفاظ دیگر ہم نے شریعت کے مقابلے میں ایک نئی بات گھڑی۔ مسلم شریف کی ایک حدیث جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ"

بدترین باتیں وہ ہیں جو دین میں گھڑی جائیں اور ہر دین میں گھڑی ہوئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

جس کسی نے بھی ایسے کام کو اپنے اوپر لازم قرار دے لیا جس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور اس طرح کے تمام امور کی حیثیت لایعنی کاموں کی ہے۔

عن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ (موطا مالک، احمد)

حضرت علی بن حسینؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے اس کا اس چیز کو چھوڑ دینا ہے جو بے فائدہ ہو۔"

۳۔ تشبہ بالکفار کوئی ایسا عمل جو کفار و مشرکین سے مشابہت رکھتا ہو جیسے تلک جہیز وغیرہ، اس طرح کے عمل کے سلسلے میں حدیث میں وعیدیں آئی ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ ﷺ من تشبہ بقوم فھو منھم (ابوداؤد)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم میں شمار کیا جائیگا۔ یعنی اگر کسی نے غیر قوم جیسا عمل کیا ان کے رسم و رواج کو پروان چڑھایا تو اس کا انجام قیامت کے دن وہی ہوگا جو اس قوم کا ہوگا۔

(۵)۔ قرض کا بوجھ تقریبات کے منانے اور رسموں کی ادائیگی میں بسا اوقات انسان بہت زیادہ مقروض ہو جاتا ہے اگر ان غیر شرعی رسموں کو ترک کر دیا جائے تو اس سے بچا جا سکتا ہے۔ بلا ضرورت قرض لینے پر حدیث میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔

وعن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال نفس المؤمن معلقۃ بدینہ حتی یقضی عنہ (احمد و ترمذی)

حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی روح قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے (یعنی جنت میں داخل نہیں کی جاتی) جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے۔

اسلئے قرض ناگزیر ہی صورت میں لینا چاہئے اور حتی الامکان قرض لینے سے بچنا چاہئے۔ اپنے معیار کو بڑھانے اور جھوٹی عزت اور محض تفاخر کیلئے قرض نہیں لینا چاہئے اور لیتے وقت اس حدیث کو سامنے رکھنا چاہئے، کہا جاتا ہے القرض مقراض المحبۃ، قرض محبت کی قینچی ہے، مجربہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ قرض دن کی ذلت اور رات کے غم کا موجب ہے۔

بدنامی پر ہرگز نظر نہ کریں، چودہ سو سال سے آج تک کی تاریخ شاہد ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی میں فلاح و کامرانی ہے بصورت دیگر خسران ہمارا مقدر ہے اپنے اندر تقویٰ پیدا کریں کیونکہ تقویٰ اور خشیت الٰہی کے بغیر اصلاح حال ممکن نہیں۔

اجتماعی کوشش اہل قریہ اور اہل خاندان باہمی مشورے سے یہ فیصلہ کریں کہ ہم غیر شرعی رسم و رواج کو اپنی تقریبات میں ہرگز جگہ نہ دیں گے اور شریعت کی روشنی میں اپنی تقریبات کو منانے کی کوشش کریں گے۔

عملی کوشش تقریبات کے موقع پر رسم و رواج کی پابندی میں زیادہ تر پیش پیش خواتین ہوتی ہیں اسلئے مردوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قوا انفسکم واھلیکم نارا کے تحت اپنے گھروں کی اصلاح کریں اور اہل خانہ کی ایسی تربیت کریں جس سے وہ اسلامی رسم و رواج کے پابند اور غیر اسلامی رسم و رواج سے متنفر ہوں، یہ چیز برملا روک ٹوک سے پیدا نہیں ہو سکتی خواہ وہ خواتین ہوں یا بچے۔

اسلئے گھر کے اندر اجتماعی مطالعہ قرآن و حدیث کا اہتمام بچوں اور اہل خانہ کی دینی و اخلاقی تربیت میں بہت مددگار ثابت ہو سکتا ہے، اگر دوسرے کاموں کی طرح اس کام کے لئے بھی خصوصیت سے کچھ وقت نکالا جائے جسمیں تمام افراد خانہ جمع ہو کر بیٹھیں اور قرآن کا ترجمہ و تفسیر اور احادیث نبوی اور اصلاحی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے اس سے گھر کی فضا بہتر ہوتی جائیگی۔

نیز دین میں سوجھ بوجھ رکھنے والی عورتیں مختلف دیہوں میں ہفتہ واری اجتماعات کا نظم کریں۔ جس میں تمام پڑوس کی خواتین اور میل جول کی عورتوں کو مدعو کریں اور انھیں خرافات رسموں کی قباحتوں اور گناہوں سے ان کو آگاہ کریں اور رسم و رواج کے سلسلے میں اپنی تعلیمات سے انھیں روشناس کرائیں۔ اس طرح جاہلی رسموں اور بدعات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

قتل انسانی .... نیا فتنہ یہود

ڈاکٹر محمد اجمل فاروقی
۱۵ گاندھی روڈ دہرہ دون

تخریب پسند ظالمانہ شرست کے ہاتھوں یہود نے اپنی تاریخ کے ہر دور میں ہمیشہ نت نئے فتنے انسانیت کی تباہی کے لئے ایجاد کئے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی اس کے ذریعہ ایسی تکنیک کی کھوج ہے جس کے ذریعہ صرف عرب لوگوں کے جسموں میں گیس کے ذریعہ ہوا میں شامل کرکے ایسے جرثومے اور وائرس داخل کردیے جائیں گے جو ان کے جسموں کے خلیات (Cells) میں موجود انتہائی اہمیت کے حامل پروٹین (DNA) کی بناوٹ تبدیل کر دے گا۔ اس کام میں ایک وقت یہ آڑے تھی کہ عرب اور یہود دونوں ہی سامی النسل ہیں اس لئے ان میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے انھوں نے عربوں خاص طور سے عراقی عربوں کے خلیات میں موجود موروثی خصوصیات طے کرنے والے مادے کو پہچان لیا ہے۔ اب انھیں صرف اتنا کرنا ہے کہ ایسے جرثومے اور وائرس پیدا کرنے ہیں جو کروڑوں انسانوں میں سے صرف انھوں موروثی خصوصیات کے حامل لوگوں کو ہی نقصان پہنچائیں گے۔ اس طرح کی ریسرچ کی شروعات ۱۹۸۰ کی دہائی میں نسلی تفریق پر مبنی جنوبی افریقہ کی گوری اقلیتی حکومت نے کرائی تھی جو کہ صرف کالے لوگوں کو تکلیف پہنچانے والے کیمیاوی ہتھیار استعمال کرنا چاہتی تھی۔

امریکہ کے سکریٹری برائے دفاع ولیم کوہن نے کہا کہ ہمیں اطلاعات ملی ہیں کہ کچھ ممالک اس طرح کے حیاتیاتی ہتھیار ایجاد کر رہے ہیں جو کہ مخصوص نسلوں کو ہی نقصان پہنچائیں گے۔ اس طرح کی خطرناک تحقیقات کتنے مہلک اثرات آنے والی نسلوں پر چھوڑ سکتے ہیں انکا سوچنا بھی اس وقت محال ہے۔ انھیں شیطان صفت یہودیوں نے مقبوضہ عرب علاقوں میں ہارمون ملی ہوئی ٹافیاں اور چاکلیٹ تقسیم کرائیں

تاکہ نوجوان بچے اور بچیاں قبل از وقت بالغ ہو کر جنسی ہیجان میں بہہ جائیں اور ختم ہو جائیں۔ اس سلسلہ کی یہ نئی کڑی ہے کہ ایسے حیاتیاتی ہتھیار بنائے جائیں جن کی بدولت ہوا میں یا پانی کی سپلائی کے نظام کے ذریعہ مخصوص نسل کے لوگوں کو ہلاک یا مفلوج کیا جائے۔ یہ خبر ۹۸-۱۱-۱۸ کے ٹائمز آف انڈیا میں لندن کے اخبار (The Sunday Times) کے حوالے سے شائع ہوئی ہے مگر نام نہاد مہذب، روشن خیال طبقہ کی طرف سے اسکی مذمت میں ایک بھی قرارداد یا بیان دیکھنے کو نہیں ملا جب کہ صدام حسین، نواز شریف، ملا عمر اور حسن البشیر روزانہ پابندی کے ساتھ ہدف تنقید و ملامت بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے نام نہاد مرعوب ذہنیت کے دانشور بھی تنقید سے متاثر ہو کر ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں مگر کوئی بھی ان شیطانوں کے خلاف ماحول بنانے کی ہمت نہیں کرتا۔

خواتین ریزرویشن...... نعمت یا لعنت؟

مسلمانوں کے 'مخلص' سیاسی رہنما مرحوم شکر یاد کے زمانہ میں مسلمانوں کو یہ تحفہ ملا کہ ان کی اکثریت کے شہروں اور وارڈوں کو 'عورتوں' کیلئے مخصوص کر دیا گیا۔ اسلام کے حوالہ سے جانی جانے والی تاریخی بستی دیوبند بھی اس میں شامل تھی۔ اس زمانہ میں صرف ایک خاتون نے اس سلسلہ میں پہل کی اور الیکشن لڑا۔ جس کے خلاف شروع میں دارالعلوم سے فتوی آیا مگر بعد میں نہ معلوم کن وجوہات کی بنا پر ممکن العمل شرائط کے ساتھ جواز کا فتوی آیا۔ موصوفہ نے دیوبند کی چیرمین کی کرسی کی زینت بڑھائی۔ ابھی گذشتہ ماہ نومبر کے اخیر میں دوبارہ الیکشن میں ایک کے بجائے چھ مسلم خواتین امیدوار ہوئیں۔ کچھ نے پردہ کے اندر سے تو کچھ نے پردہ کے باہر سے مہم چلائی۔ ایک صاحبہ کے شوہر نے باقاعدہ پریس کانفرنس میں بیان دیا کہ اگر میری اہلیہ جیت گئیں تو ان کا برقعہ اتروا دوں گا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قومی آواز ۹۸-۱۱-۲۵ دہلی، ٹائمس آف انڈیا ۲۳ یا ۹۸-۱۱-۲۴ دہلی

عورت اور مرد کے غیر ضروری اختلاط کے بارے میں اسلام جس درجہ حساس ہے وہ سب پر واضح ہے۔ اسکی برائیاں بھی سب پر واضح ہیں۔ مگر اس منکر کے خلاف منظم آواز نہ اٹھانے سے اور بے یقینی کے ساتھ دیے گئے فتوی سے اب یہ برائی اس قدر

تیزی سے پھیلی کہ صرف ڈھائی سال کے وقفہ میں ایک سے بڑھ کر چھ تعداد ان خواتین کی ہو گئی ہے جو کہ اسلامی ہدایات کے خلاف عمل کر کے اپنے آپکو فتنہ و آزمائش میں ڈالنے پر آمادہ ہو گئی ہیں۔ دراصل منکر کی یہ تیزی سے پھیلنے کی خصوصیت ہی ہے کہ اللہ تعالی نے اسکے خلاف جنگ کو امت مسلمہ کا فرض منصبی بتایا ہے۔ مگر جس دیوبند نے اختلاط مرد و زن کی دلیل پر خواتین کے مسجدوں میں آنے جانے اور نماز پڑھنے کے خلاف فتوی دیا، دیوبند اس اشد شدید فتنہ کے خلاف رائے دینے سے اپنے ہی گھر میں مجبور ہے؟ حالات کی سنگینی اور مستقبل کے اندیشہ کا اندازہ ہر طرف چیرمین کے انٹرویو سے ہو سکتا ہے۔

اگر وندے ماترم مسلمانوں کے لئے حرام ہے تو مفتیوں کو چاہئے کہ وہ آزادی کی لڑائی میں وندے ماترم گانے والے دیش کے مسلم شہیدوں کو بھی غیر مسلم قرار دیں۔ انھوں نے پوچھا کہ کیا وندے ماترم کی حمایتی سرکار سے جو مسلم طلبا اور مدارس مدد اور وظیفہ لیتے ہیں وہ سب جائز ہے؟ زینت ناز نے دھرم کے ٹھیکیداروں سے یہ بھی جاننا چاہا کہ کیا اسلام میں گانا بجانا، تصویر بنانا، سود لینا دینا جائز ہے؟ ان اسلام مخالف کاموں کو مفتی کیوں نہیں روکتے؟ ان کے خلاف فتوی کیوں نہیں جاری کرتے؟ بینکوں میں ان کے کھاتے ہیں جہاں سے یہ سود بھی حاصل کرتے ہیں۔ دیوبند مسلم فنڈ ایک تنظیم ہے جو مسلمانوں کے روپیہ کو قومی بینکوں میں جمع کر کے سود حاصل کرتی ہے۔ زینت نے پوچھا اس پر مفتی کیوں چپ ہیں؟

'مشرکانہ گیت اور رابندر ناتھ ٹیگور و آریہ سماج'

مشرکانہ گیت وندے ماترم نہ پڑھنے پر مسلمانوں کو ملک دشمن کہنے والوں کے سامنے ایک مشکل سوال یہ آیا ہے کہ 'جن گن من' کے خالق رابندر ناتھ ٹیگور نے اپنی تصنیف 'گھر بیرے' میں لکھا ہے، "میں ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں لیکن عبادت کرنے کے اپنے حق کو میں ملک سے اوپر سمجھتا ہوں۔ اپنے ملک کی خدا کی طرح عبادت میرے لئے ایک لعنت ہوگی"۔ انڈین ایکسپریس، ۳ نومبر ۱۹۷۶ء میں پادری لیوس نے آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی نے کہا، "اگر آپ کو ایک توپ کے سامنے رکھ کر اڑا دیے جانے اور مورتی پوجا میں سے کسی ایک کو چننے کو کہا جائے تو آپ کیا کہیں

گے"۔ سوامی جی نے جواب دیا "توپ سے اڑا دیا جانا میرے لئے واحد راستہ ہوگا"۔

جسٹس راجندر سچر انڈین ایکسپریس ۳ر نومبر

ضمنی الیکشن ۱۹۹۸ء کے بعد

مسلمانوں میں کانگریس کی جیت کو جس طرح جشن کے انداز میں پیش کیا جارہا ہے اس سے ہشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں نے مجبوری میں کانگریس کو ووٹ دیا۔ اور اسی 'مجبوری' کو مستحکم بنانے کیلئے کانگریس کے تمام مسلم دلال اور خاص طور سے موہن چرائی کی ادارت میں نکلنے والے اردو اخبار 'قومی آواز' نے تیسری طاقت کی ہوا خیزی کی مہم چھیڑ رکھی ہے۔ تیسری طاقت بھی اتنی ہی خراب ہے جتنا کہ کانگریس بتا رہی ہے وہ بھی مسلمانوں کیلئے مخلص نہیں ہے مگر سیاست میں 'مجبوری' کو کم کرنے کیلئے دو کے مقابلہ تین متبادل ہونے سے مسلمانوں اور کمزوروں کو ہی فائدہ ہے۔

ورنہ دو قطبی سیاست میں دونوں طرف اعلیٰ ذات ہندوؤں کے تحفظ کی سیاست انکے زر خرید دلالوں کے ذریعہ ہوگی۔ پچھلے پچاس سالوں کا تجربہ یہی بتاتا ہے۔ اگر مسلمان عوام صرف پانچ چھ سال میں ہی بابری مسجد سانحہ جیسے عظیم دھوکہ دہی کی مثال کو بھول جائیں گے تو عالم کیلئے مستقبل بالکل واضح ہوگا کہ انکے ساتھ کچھ بھی کر لو انکی یادداشت بہت کمزور ہے یہ بہت جلد چکنی چپڑی باتوں میں آجاتے ہیں۔ پھر مسلمان کی شناخت پر کوئی انکاری قدم اٹھانے کی تیاری کی جائیگی۔ مومن اگر ایک بل سے ایک سے زیادہ بار ڈسا جائے تو حضور ﷺ کا ارشاد غلط نہیں ہو سکتا ہاں 'مومنوں' کا ایمان قابل غور ہوگا۔

سازش کیس اس طرح بنتا ہے

شرک بنام بابری مسجد مہم کے دوران دیوبند میں گرفتار ہوئے ایک نوجوان سے پوچھ تاچھ کے دوران تفتیش کر رہے پولیس کے اہل کار بار بار یہی کہتے رہے کہ تمہیں تو چھوڑ دیں گے مگر دیوبند کے کسی عالم کا نام بتا دو کہ ان کے کہنے سے میں نے پوسٹر لگائے۔ مگر اس نوجوان نے اللہ کی توفیق سے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور ان کا بنا نہ بتایا اور دو دن جیل میں گذار دیے۔

مذاہب عالم

نصرانیت (۹)

انیس احمد فلاحی

عشاء ربانی عشاء ربانی سے مراد عیسیٰ کا اپنے شاگردوں کے ساتھ عشاء کا کھانا کھانا ہے۔ حضرت مسیح نے مزعومہ گرفتاری سے ایک دن پہلے اپنے شاگردوں کے ساتھ عشاء کا کھانا کھایا تھا جس کا تذکرہ متی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"جب وہ کھا رہے تھے تو یسوع مسیح نے روٹی لی اور برکت دے کر توڑی اور شاگردوں کو دے کر کہا لو کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ پھر پیالہ لے کر شکر کیا اور انکو دے کر کہا تم سب اس میں سے پیو کیونکہ یہ میرے عہد کا وہ خون ہے جو بہتیروں کیلئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے۔ (انجیل متی ۲۶ر۲۹) اور انجیل لوقا میں ہے "میری یادگاری کے لئے یہی کیا کرو" ۲۲ر۱۹)

اناجیل کی مذکورہ بالا عبارتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ رسم حضرت مسیح کی مبینہ قربانی کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے۔ (۱۵۴۵ء اور ۱۵۶۳ء میں منعقدہ عیسائی کانفرنس میں اس رسم کی ادائیگی کو واجب قرار دیا گیا اور اب ہر اتوار کو یہ رسم کلیسا میں انجام دی جاتی ہے۔ اس رسم کو بجالانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر اتوار کو کلیسا میں ایک اجتماع ہوتا ہے۔ شروع میں کچھ دعائیں اور نغمے پڑھے جاتے ہیں اس کے بعد حاضرین ایک دوسرے کا بوسہ لے کر مبارکباد دیتے ہیں، پھر روٹی اور شراب لائی جاتی ہے اور صدر مجلس اس کو لے کر باپ، بیٹے اور روح القدس سے برکت کی دعا کرتا ہے جس پر تمام حاضرین آمین کہتے ہیں، پھر کلیسا کے خدام روٹی اور شراب کو تمام حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں اس عمل سے فوراً روٹی مسیح کا بدن بن جاتی ہے اور شراب مسیح کا خون اور تمام حاضرین اسے کھا پی کر اپنے عقیدہ کفارہ کو تازہ کرتے ہیں۔

عشاء ربانی میں شرکت صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھیں بپتسمہ دیا جا چکا

ہو۔ جو شخص عشاء ربانی میں شرکت کرنا چاہتا ہو اس کا روزہ دار ہونا مستحب ہے روزے کا مطلب صرف کھانے سے باز رہنا ہے پانی پینے کی اجازت ہے اور مسافر کیلئے افطار کی بھی اجازت ہے نیز یہ بھی مستحب ہے کہ روٹی اور شراب کے تناول سے پہلے ہر شخص پادری کی خدمت میں اپنی استطاعت کے مطابق کوئی ہدیہ پیش کرے۔

عیسائی فرقے | عیسائیت کے آغاز میں انجیل کے ضیاع، پولس رسول کی تحریفات اور تین صدیوں پر مشتمل عہد مظلومیت کی وجہ سے عیسائی مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے نیقیہ کی پہلی کونسل سے پہلے ان کے درمیان سب سے اہم اختلاف حضرت مسیح کی بشریت والوہیت میں تھا، آپ کی بشریت کے قائل مشہور فرقے فرقہ ابیون، فرقہ شمشاطی، فرقہ ایرلوسی تھے اور آپ کی الوہیت کے قائل فرقہ مرقیونی، فرقہ بربرانیہ، فرقہ الیان، اور فرقہ تثلیث تھے۔

نیقیہ کی پہلی کونسل میں جب عقیدہ تثلیث کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی تو اہل توحید بتدریج مٹتے گئے لیکن حضرت مسیح کی ذات میں خدا اور انسان کا اتحاد ایک ایسا مسئلہ تھا جو صدیوں بحث و تمحیص کا محور رہا اور اس کی تاویل و توجیہ میں عیسائی مختلف فرقوں میں تقسیم ہوتے رہے جن میں پولسی، نسطوری اور یعقوبی قابل ذکر ہیں، نیز اناجیل کے تمدنی و عقائدی مسائل سے عاری ہونے اور موسوی شریعت کو پس پشت ڈال دینے کی وجہ سے بھی عیسائیت میں ہر چھوٹے بڑے مسئلہ پر اختلاف ہوتا رہا جس کے نتیجے میں مختلف فرقے وجود میں آتے رہے صرف امریکہ میں آج دو سو پچاس مسیحی فرقے پائے جاتے ہیں، اگست ۱۹۵۷ء میں افریقہ میں جب عیسائی فرقوں کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد چودہ سو سے بھی متجاوز تھی، ان میں سے ہر ایک کا تفصیلی تعارف تو مشکل ہے لہذا ذیل میں صرف ان تین بڑے اور اہم فرقوں کا تعارف پیش کیا جارہا ہے جن سے سیکڑوں چھوٹے چھوٹے فرقے وجود میں آئے۔

کیتھولک فرقہ | کیتھولک یونانی لفظ ہے جس کے معنی عمومی یا عالمی کے آتے ہیں، یعنی کیتھولک مسلک ہی عالمی عیسائی مذہب ہے، مغرب میں موجود عام عیسائی اسی فرقے سے

تعلق رکھتے ہیں، اس کے کلیسا کو مغربی اور لاطینی کے علاوہ پطرسی کلیسا بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ فرقہ اپنے آپ کو پطرس رسول کا وارث سمجھتا ہے۔ جو حضرت مسیح کے بعد آپ کے جانشین اور مسیحیت کے مقتدیٰ تھے۔ اور ان کے بعد اس کے کلیساؤں کے پاپاؤں کو یہ منصب حاصل رہا، اور پاپا اس فرقے کے نزدیک معصوم عن الخطا ہوتا ہے اس کی مشیت دراصل مشیت الٰہی اور فیصلہ، فیصلہ الٰہی ہوتا ہے جس کی پیروی ہر نصرانی پر واجب ہوتی ہے۔ پوپ انوسینٹ چہارم نے اپنے اس عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس منصب کو سیاسی اور دنیوی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا۔ اس کے زمانے میں مغفرت ناموں کی تجارت عام ہوگئی اور مخالف فرقوں کے افراد کو زندہ جلا کر اذیت رسانی کی انتہا کردی گئی۔ بعد کے پوپوں نے ان بدعنوانیوں کو لاانتہائی بڑھادیا۔

اہم عقائد | اس فرقے کے اہم عقائد درج ذیل ہیں۔

۱۔ روح القدس کا اقنوم باپ اور بیٹے دونوں سے نکلا ہے۔

۲۔ باپ اور بیٹے اور روح القدس کی حیثیت بالکل برابر ہے۔

۳۔ ان کے نزدیک اسی دنیا میں ایک چھوٹی سی جگہ ہے جہاں گنہگار روح اپنے گناہوں کی سزا پاکر جنت سماوی کی مستحق ہوتی ہے۔ اس عقیدہ کا ماخذ بائبل نہیں بلکہ پاپا گریگوری کا وہ فتویٰ ہے جو انہوں نے ۵۹۳ء میں صادر کیا تھا۔

۴۔ پادریوں کی دعاؤں سے گنہگاروں سے عذاب ٹل سکتا ہے اور یہیں سے پھر یہ عقیدہ پیدا ہوا کہ اہل کلیسا عذاب کی مستحق روحوں کو اپنی دعاؤں سے نجات دلا سکتے ہیں۔

۵۔ گناہوں کے اعتراف کا عقیدہ یعنی گنہگار انسان پادری کے سامنے اپنے گناہوں پر اظہار ندامت اور آئندہ ان گناہوں کے ارتکاب نہ کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ جسے پادری قبول کرکے اسکے حق میں دعا کرتا ہے اور اس کو مغفرت کا پروانہ عطا کرتا ہے۔ یہ عقیدہ ۱۲۱۵ء میں منعقد عیسائی کانفرنس میں پاس کیا گیا۔

۶۔ عشاء ربانی اور تعمید کی مشروعیت پر یقین

۷۔ طلاق کی قطعی ممانعت حتیٰ کہ ان کے نزدیک بیوی کے خیانت کرنے کی

صورت میں بھی طلاق کی اجازت نہیں ہے۔

۴۔ **ارتھوڈکس فرقہ** ارتھوڈکس یونانی لفظ ہے جو دو لفظوں سے مرکب ہے پہلا (Ortho) بمعنی حق اور دوسرا (Doxa) بمعنی مسلک یعنی مسلک حق اس فرقہ کے کلیسا کو مشرقی اور یونانی کلیسا کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس فرقہ کے اکثر پیروکار روم کے مشرقی مقبوضات اور مشرقی ممالک سے تعلق رکھتے ہیں، یہ کلیسا کیتھولک کلیسا سے ۱۰۵۴ء میں علیحدہ ہوا تھا، علیحدگی کے اہم اسباب درج ذیل تھے:

۱۔ **نظریاتی اختلاف** مشرقی کلیسا کا عقیدہ یہ تھا کہ روح القدس کا اقنوم صرف باپ کے اقنوم سے نکلا ہے اور بیٹے کا اقنوم اسکے لئے محض ایک واسطے کی حیثیت رکھتا ہے اور مغربی کلیسا کا کہنا یہ تھا کہ روح القدس کا اقنوم باپ اور بیٹے دونوں سے نکلا ہے۔ نیز مشرقی کلیسا کے نزدیک بیٹے کا رتبہ باپ سے کم ہے جب کہ مغربی کلیسا کے نزدیک دونوں بالکل برابر ہیں۔ مشرقی کلیسا اہل مغرب پر یہ الزام لگاتا تھا کہ انھوں نے اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کیلئے نیقیاوی کونسل کے فیصلے میں بعض الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں جو اصل فیصلے میں موجود نہ تھے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مشرق و مغرب کے عیسائیوں میں نسلی امتیاز کی جڑیں خاصی گہری تھیں مغرب میں اطالوی اور جرمنی نسل تھی اور مشرق میں یونانی اور ایشیائی نیز سلطنت روما کے دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جانے کی وجہ سے قسطنطنیہ کا شہر روم کا مکمل حریف بن گیا تھا۔

اہم عقائد آرتھوڈکس فرقے کے اہم عقائد درج ذیل ہیں:

۱۔ روح القدس کا اقنوم صرف باپ سے نکلا ہے۔

۲۔ خیانت کی صورت میں طلاق کی مشروعیت پر یقین۔

۳۔ بعض ارتھوڈکس چرچوں کے نزدیک مسیح انسانی اور خدائی دو حقیقتوں کے حامل نہیں تھے بلکہ صرف ان میں "خدائی حقیقت" پائی جاتی تھی جب کہ عام کلیساؤں کا یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح کی شخصیت میں "خدائی" اور "انسانیت" دونوں حقیقتیں جمع تھیں۔ سرکاری طور پر یہ رائے ۴۵۱ء میں پاس کی گئی تھی۔

سیر و سوانح

ذکر جلیل ؒ (۶)

عبد الرب اثری فلاحی

مولانا کے اہم شاگرد مولانا اپنے پاس ہر چیز کا جوڑ رکھتے تھے مگر وہ خود تنہا تھے۔ تمام عمر مجرد رہے انھوں نے شادی نہیں کی تھی۔ شاید اس لئے کہ وہ جسمانی طور پر معذور تھے۔ انکے رفقاء نے ان کی شادی کرانے کی کوشش ضرور کی مگر وہ تیار نہ ہوئے یا تیار ہوئے بھی تو اعزہ و اقرباء آڑے آئے چنانچہ ان کی صلبی اولاد تو نہ تھی مگر مولانا علمی اعتبار سے کثیر الاولاد شخصیت تھے۔ انکے شاگرد جنکو وہ اولاد کی طرح چاہتے تھے، سیکڑوں کی تعداد میں ملک و بیرون ملک دین کی بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں اور نہ صرف یہ کہ مولانا کا نام روشن کر رہے ہیں بلکہ وہ مولانا کے لئے صدقہ جاریہ کا کام کر رہے ہیں۔ مولانا کے مشہور تلامذہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ مولانا سید حامد علی: آپ جماعت اسلامی ہند کے سکریٹری رہے۔ آپ نے مغربی تحریکات، نظریات اور عقائد کا گہرا انتقادی مطالعہ کیا تھا اور بہتیری مفید کتب اس سلسلے کی یادگار ہیں۔ آپ ماہر تعلیمات، ادیب اور قرآن کے سچے عاشق، دعوت شناس اور بے نظیر تفسیر فی ظلال القرآن کے مترجم بھی ہیں۔ بے پناہ دعوتی تڑپ رکھتے تھے اور اسی میں ساری عمر کھپا دی۔

۲۔ جناب مولانا جلال الدین انصر عمری صاحب انھوں نے مولانا سے سبقاً سبقاً گیارہ بارہ پارہ تک پڑھا تھا۔ اس وقت نائب امیر جماعت اسلامی ہند برائے ترتیبی امور ہیں۔ اہم موضوعات پر کئی کتب قبول عام حاصل کر چکی ہیں اور بر صغیر بلکہ عالم اسلام کے مستند عالم دین شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ جماعت کے شعبۂ تحقیق و تصنیف کے ڈائرکٹر ہیں اور جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڑھ کے شیخ الجامعہ بھی۔

۳۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب یہ تحریک کے قدیم اور اہم کارکن ہیں۔ اس وقت جدید معاشیات کو اسلامائز کر کے اس کے عملی پروگرام پر عمل درآمد کی کوششوں میں مصروف ہیں اور قدیم وجدید پر عبور حاصل ہے۔ عالم اسلام ہی نہیں دنیا کے ممتاز معاشی دانشور سمجھے جاتے ہیں بلکہ اس پر اتھارٹی ہیں۔

۴۔ ڈاکٹر فضل الرحمن فریدی صاحب آپ جماعت اسلامی ہند کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اہم کارکن اور حالات حاضرہ پر پوری طرح تیار ہیں۔ انہوں نے معاشیات میں ڈاکٹریٹ کر رکھا ہے اور جدید معاشی رجحانات کو اسلامائز کرنے کا اہم کام کر رہے ہیں۔ "زندگی نو" کے ایڈیٹر بھی ہیں۔

۵۔ سید ابو سعید عابدی انہوں نے علامہ فراہی پر پی ایچ ڈی کیا ہے اور اس وقت جدہ ریڈیو پر اپنے کمالات اور فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے ادبی دنیا میں اپنا مقام بنایا ہے۔ انکے مقالہ میں مولانا نے بھرپور تعاون کیا تھا جس کا تذکرہ مقدمہ میں ہے۔

۶۔ ڈاکٹر عبد الباری شبنم سبحانی صاحب یہ اس وقت عربی و اردو کے ممتاز ناقدین میں سے ہیں اور اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں۔ جماعت کے شعبہ ادارہ ادب اسلامی کے سربراہ بھی ہیں۔

ان کے علاوہ ڈاکٹر محمد عنایت اللہ اسد سبحانی صاحب، ڈاکٹر خالد سیف اللہ فلاحی صاحب، مولانا ابو المکارم فلاحی واظہری صاحب، مولانا رحمت اللہ الاثری فلاحی مدنی صاحب، ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب (استاذ شکاگو یونیورسٹی) مولانا ظفر احمد اثری فلاحی صاحب (لندن)، مولانا نسیم احمد غازی فلاحی صاحب، ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی صاحب وغیرہم غرض کہ سینکڑوں کی تعداد میں پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کا شمار علماء کبار میں ہوتا ہے۔ یہ سب مولانا کے مشن کو پھیلانے میں سرگرداں ہیں۔

آخری سفر آپ ذیابطیس کے مستقل طور پر مریض تھے۔ عام طور سے سر میں درد بھی رہا کرتا تھا۔ یہ جان لیوا مرض ۱۹۶۰ء سے ہی زور پکڑ چکا تھا حتی کہ ۱۹۶۵ء کے بعد تو اس نے سنگین رخ اختیار کر لیا تھا اور پیشاب بالکل شیرہ کی مانند ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اس پر چیونٹے لگ جاتے تھے۔ رات میں بار بار معذور شخص کیلئے جاگنا اور چلنا ایک اہم مسئلہ تھا۔

اس حالت میں رہائش سے ملحق استنجی خانہ کا نظم معمولی سی بات تھی لیکن کبھی بھی اپنی ناداری کا حوالہ دے کر اس کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ اپنے صندوق کے پاس ایک ٹین کا ڈبہ رکھتے تھے اور یورین پاٹ کے ذریعہ پیشاب اس میں جمع کرتے رہتے تھے۔ رات کے تیسرے پہر پیشاب کو باہر پھینک کر ڈبہ دھو کر کمرے میں رکھ دیا جاتا تھا اور وہ کپڑے سے مستور رہا کرتا تھا۔ یہ سلسلہ زندگی بھر جاری رہا اور ادھر کئی سالوں سے بدن کا گوشت بہت کم ہو گیا تھا۔ مزید ستم یہ ہوا کہ اس رخ سے مفلوج پیر میں بھی زخم ہو گیا تھا جس سے ضروریات سے فراغت بھی ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ مگر یہ سارے امراض ان کے بے پناہ شوق مطالعہ اور جواں عزم کو کبھی شکست نہ دے سکے۔ وہ عام دنوں میں بھی بکثرت قرآن کا مطالعہ فرماتے اور خصوصاً رمضان المبارک میں تو ان کا تمام وقت مطالعہ قرآن ہی میں گزرتا اور کمرے میں ان کی چارپائی کے اردگرد مختلف مفسرین کی قدیم وجدید تفسیریں رکھی رہتیں، جنہیں وہ تحقیق وتنقید کی نظر سے دیکھتے اور نوٹس لکھتے رہتے تھے۔

۵/ رمضان المبارک کا دن تھا، وہ بالکل ٹھیک تھے۔ سارے کام روزانہ کے معمول کے مطابق طے پا رہے تھے۔ سحری معمول کے مطابق کھائی۔ نماز کمرے پر ادا کی۔ کچھ مہمان آئے ہوئے تھے انہیں رخصت کیا اور اپنے شاگرد رشید برادر شہاب الدین جو کہ اس وقت انکی خدمت کر رہے تھے، کو بازار تاریخ اور فلاح کی ڈاک لانے کیلئے بھیج خود مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ قریب ہی فرش پر بیٹھے محترم طارق انصار اللہ صاحب فلاحی "تدبر قرآن" پڑھ رہے تھے۔ مولانا اس وقت تدبر قرآن پر کچھ نوٹس لکھ رہے تھے اور جب مطالعہ کرتے کرتے تھک گئے تو اپنے خاص انداز میں کسی نکتہ کو سوچنے کیلئے لیٹ گئے۔ برادر طارق صاحب بتاتے ہیں کہ مولانا لیٹے اور سو گئے۔ سانس تیز تیز آ رہی تھی انہوں نے سمجھا کہ مولانا گہری نیند سو رہے ہیں (معلوم ہے کہ یہ موت سے پہلے کی چند آخری گھڑیاں رہی ہوں، برادر موصوف یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ یہاں کوئی ایسا قرینہ تھا ہی نہیں)۔ اسی دوران برادر شہاب الدین ڈاک اور تاریخ لے کر آ گئے۔ انہوں نے مولانا کو پکارا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ ہچکی لی اور انکی حالت متغیر ہو گئی۔ انہوں نے

دو اور ہچکیاں لیں اور اس طرح قرآن کا یہ شیدائی یہیں روزے کی حالت اور قرآن کے سامنے میں ۵ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ بمطابق ۸ جولائی ۱۹۸۱ء بروز بدھ صبح دس بج کر پچاس منٹ پر اپنے رب حقیقی سے جا ملا۔ اور جسد خاکی "کل نفس ذائقة الموت" کی تفسیر پیش کر رہا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ طلبہ گھبرائے اور دوسروں کو پکارا۔ موقع پر موجود تمام لوگ پہنچے اور اپنی سی تدبیر کرنی چاہی لیکن جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا اور خدا رحمت کی یہ دعا مقبول ہو چکی تھی کہ "خدا اچانک اٹھالے اور نہ چارپائی پکڑلی تو بڑی پریشانی ہوگی"۔ خدا نے تمام پریشانیوں سے نجات دے دی تھی۔ جنگل کی آگ کی طرح مولانا کے موت کی خبر آناً فاناً ہر طرف پھیل گئی جس نے جہاں سنا دل تھام کے رہ گیا کہ وہ اس خبر کو سننے کیلئے تیار نہ تھا۔ پھر ایک خلقت جمع ہوگئی مولانا کو ایک نظر دیکھنے کیلئے اور اپنے گرم گرم آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرنے کیلئے۔

دوسرے دن صبح دس بجے مولانا کے شاگرد رشید اور عزیز مولانا احمد محمود کوثر اصلاحی صاحب سابق نائب ناظم مدرسۃ الاصلاح نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سیکڑوں عقیدت مند شریک جنازہ تھے اور مولانا کی وصیت کے مطابق ان کی آخری آرام گاہ دارالاقامہ کے جنوب میں ٹیوب ویل کے سامنے نیم کے درخت کے سائے میں بنائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ آمین!

آبروئے چمن، گل سر سبد علماء، عاشق قرآن کی موت بڑی قابل رشک تھی۔ مرحوم کا انتقال ۱۰ بج کر ۵۰ منٹ پر ہوا۔ اس سے پہلے چند لمحے قبل وہ "تدبر قرآن" پر تبصرہ کر رہے تھے۔ انکی آخری تحریر یہ ہے جو ان کے انتقال سے چند لمحے قبل کی ہے۔

"سورۃ اعراف آیت ۱۴۹ میں "وَسُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ" کا جملہ آیا ہے جسکا ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے کہ "اور جب انکو تنبہ ہوا" اور تشریحی حصہ میں فرماتے ہیں "وَسُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ" عربی زبان کا محاورہ ہے جسکے معنی عام طور سے نادم اور خجل ہونے کے لیے گئے ہیں۔ لیکن ندامت اور خجالت کا لازمہ چونکہ غلطی پر متنبہ ہونا بھی ہے اس وجہ سے اسکا ترجمہ متنبہ ہونا کیا جائے تو میرے نزدیک غلط نہ ہوگا۔ اس محاورے کی اصل کیا ہے؟ اس

بارے میں اہل لغت کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف قدرتی نتیجہ ہے اس بات کا کہ محاورے کی اصل تحقیق بڑا مشکل کام ہے۔ مجھے کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ کسی چیز کا ہاتھ میں گرایا جانا گویا اس کا سامنے آجانا ہے۔ ایسی حالت میں ایک غبی بھی اس پر متنبہ ہو جاتا ہے اسلئے کہ ہاتھ کے کنگن کیلئے آرسی کی ضرورت نہیں ہوتی"۔ (تدبر دوم صفحہ ۳۴۷)

مولانا کا جب انتقال ہوا تو وہ اس وقت تفسیروں میں گھرے ہوئے تھے۔ سر کے دائیں جانب چارپائی ہی پر مذکورہ آخری تحریر اور تدبر قرآن جلد دوم موجود تھی۔ بائیں طرف تدبر کا کچھ حصہ تھا۔ چارپائی کے پاس ایک اسٹول پر تدبر قرآن کا پورا سیٹ، سرہانے الماری میں کچھ دوسری تفسیریں (کشاف، بیان القرآن، فتح القدیر، تفسیر ماجدی) اور بخاری کی دو جلدیں موجود تھیں۔ دائیں جانب میں تفہیم القرآن کی ساری جلدیں، تفاسیر فراہی، فی ظلال القرآن اور قرآن سے متعلق بعض دوسری کتابیں تھیں۔ اس طرح قرآن کے شائق کی موت قرآن کی تفسیروں کے درمیان واقع ہوئی کتنی قابل رشک ہے اس شخص کی موت جس نے عمر بھر قرآن پر غور و فکر کیا اور اس کے بیکراں اور اتھاہ سمندر سے بڑے قیمتی اور تابدار موتی نکالے۔

خاتمہ مولانا ہمہ گیر اور گوناگوں شخصیت کے مالک تھے۔ میں نے بالاختصار مولانا کی زندگی کے اہم گوشوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ مولانا کے شاگرد جو کہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، علماء کبار شمار کئے جاتے ہیں اور انکے افکار کے وارث ہیں اب یہ انکی ذمہ داری ہے کہ انکے افکار اور باقیات کی حفاظت اور توسیع واشاعت کیلئے سرگرم عمل ہو جائیں۔

مولانا ایک اچھے معلم، ادیب، مفسر، محدث و داعی تھے۔ وہ ہمارے درمیان ایک شمع کی طرح تھے جو اپنے جگر کا تیل جلا کر اب خاموش ہو چکی ہے۔ اب یہ انکے شاگردوں کا کام ہے کہ دنیا کے گھپ اندھیرے میں انکی آرزوؤں کے مطابق افکار قرآنی کے چراغ روشن کریں۔ انہوں نے قرآن کو سمجھنے کیلئے ایک جوت جگائی تھی۔ اسے زندہ رکھنے اور بڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ برصغیر ہند و پاک میں قرآن فہمی کی زندہ و پائندہ بنیاد پڑ سکے۔

اخیر میں مولانا کا ایک اہم پیغام تحریر کرتا ہوں جو کہ مدارس عربیہ کے طلبہ

کیلئے مشغول رہتا ہے۔ "مفتی ادارہ کی پرشور آواز کیلئے کان بند کر کے محنت سے دین کا علم حاصل کیا جائے۔ محمود استعداد و صلاحیت، تدریسی، تالیفی، تقریری کو نصب العین قرار دے کر کڑی محنت کی جائے، اس عزم کے ساتھ کہ "یا تن رسد بہ جاناں یا جاں ز تن بر آید"۔

ہر حلقے میں استعداد و قابلیت ہی کی آج بھی پوچھ ہے، جدید تعلیم کے حلقے میں بھی، دینی تعلیم کے دائرے میں بھی۔ غیر قابل کی کہیں پوچھ نہیں اور قابل آدمی ہر جگہ اپنا مقام پاتا ہے، "کل کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی"۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ "اپنے کو پہچانو، صلاحیت پیدا کرو۔ قابل ہو تو ہر جگہ پوچھے جاؤ گے۔ معاشی مستقبل کی تاریکی کے چکر میں نہ پڑو۔ اپنے کام میں لگو، اپنا کام ٹھیک سے کرو اور اس چیز کی فکر اپنے سر نہ لو جس کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے۔ (ذکری رامپور دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۱-۲۵)

خدائے رحیم سے دعا ہے کہ استاد محترم کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کے افکار کے وارثوں کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس عطا فرمائے۔ آمین!

فارم ۴

ماہنامہ مجلہ حیات نو

مقام اشاعت	بلریا گنج، اعظم گڑھ
وقفہ اشاعت	ماہنامہ
مالک	انجمن طلبہ قدیم، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ
پرنٹر و پبلشر	نور محمد، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ
ایڈیٹر	نور محمد، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ

میں نور محمد پرنٹر، پبلشر و ایڈیٹر تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا وضاحتیں میرے علم و اطلاع کے مطابق صحیح ہیں۔

نور محمد

فقہ و فتاویٰ

ابو ارقم فلاحی

س کیا تعلیم کی غرض سے لاش کا استعمال از روئے شریعت درست ہے؟

الجواب: وباللہ التوفیق تعلیم کی غرض سے مسلم لاشوں کا استعمال اور ان کی چیر پھاڑ جائز نہیں ہے کیوں کہ انسان ایک محترم و معزز وجود ہے جو ہر حال میں قابل احترام ہے اور علم تشریح الابدان میں بدن کے اجزاء کو کاٹنا اور پیٹ کو پھاڑنا پڑتا ہے جو احترام و تکریم کے منافی ہے۔ احترام آدمیت کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔ ولقد کرمنا بنی آدم و حملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (سورۃ الاسراء ۷۰) یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ "کسی مومن کی موت کے بعد بھی ایک ہڈی توڑنا گناہ کے اعتبار سے زندہ شخص کی ہڈی توڑنے کے مانند ہے۔ (مسند احمد ۶/۲۶۴)

اسکے علاوہ متعدد صحیح احادیث میں قبروں پر بیٹھنے کی ممانعت وارد ہے کہ اس عمل سے صاحب قبر کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہر ہے بیٹھنے کے مقابلے میں لاش کے اجزاء کو کاٹنا زیادہ تکلیف دہ ہے لہذا اس کی حرمت قبر پر بیٹھنے سے بھی زیادہ شدید ہوگی۔

البتہ کافروں کی نعشیں اس مقصد کے تحت استعمال کی جا سکتی ہیں۔ کیوں کہ کفر اپنے کفر کی بنا پر غیر محترم بلکہ حیوانات سے بھی زیادہ قابل اہانت ہے۔ ارشاد باری ہے "ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم" (سورۃ الحج ۱۸)

امام خازن اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ای من یذلہ اللہ فلا یکرمہ احد" (تفسیر الخازن ۳/۲۷) یعنی جسے اللہ ذلیل و خوار کر دے اسے کوئی عزت نہ دے۔

تعارف وتبصرہ

ابو عبد الرحمن عمار فلاحی

قرآن کریم میں نظم ومناسبت

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی — کتابت وطباعت: عمدہ

قیمت: ۱۰۰ روپے — صفحات: ۲۲۸

ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ملنے کا پتہ: پبلیکیشن ڈویژن علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲ (یوپی)

پیش نظر کتاب "قرآن کریم میں نظم ومناسبت" (دور اول کے علماء ادب وبلاغت کے افکار کا مطالعہ) دراصل ابتدائی چھ صدیوں میں نظم قرآن مجید کے ادبی مطالعوں اور نظریات وافکار کے تجزیہ پر مشتمل ہے۔

"اردو میں قرآنی نظم ومناسبت پر جو تحریریں شائع ہوئی ہیں اور اس سیاق میں جو ادبیات تیار کی گئی ہیں ان میں دور اول کے علماء ادب وبلاغت کا حوالہ بہت کم ملتا ہے۔ اس پہلو سے پیش نظر کتاب کو اردو ادبیات میں ایک اضافہ تصور کیا جا سکتا ہے۔

پہلے باب میں امام فخر الدین رازی، شیخ محی الدین ابن العربی، علامہ ابو جعفر ابن زبیر اندلسی، علامہ جلال الدین سیوطی، شیخ ابو بکر نیشاپوری، امام ابو داؤد سجستانی، شیخ عز الدین بن عبد السلام اور شیخ ولی الدین ملوی جیسے اساطین علم وفن کے افادات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

دوسرا باب نظم ومناسبت کے ادبی مطالعات پر مشتمل ہے اس میں علامہ ابن قتیبہ دینوری، ابو الحسن علی بن عیسیٰ رمانی، قاضی عبد الجبار اسد آبادی، امام حمد بن محمد خطابی اور شیخ محمد بن طیب ابن جعفر باقلانی کے نظریات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

تیسرا باب علامہ عبد القاہر جرجانی کی حیات وخدمات اور افکار پر ہے، راقم کا خیال ہے کہ نظم قرآن کے ادبی وبلاغی مطالعہ کے پہلے باقاعدہ مصنف آپ ہی ہیں آپ ہی نے علوم بدیع وبلاغت کے پس منظر میں نظم قرآن کے اعجازی پہلوؤں کو ٹھوس بنیادیں فراہم کی ہیں۔ اس باب میں دو فصلیں ہیں، پہلی فصل جرجانی کے افکار سے استفادہ کرتی ہے جب کہ دوسری فصل نظریہ جرجانی پر چند جدید مطالعات و تحقیقات سے بحث کرتی ہے۔

چوتھا اور آخری باب علامہ زمخشری کے افکار ونظریات سے خوشہ چینی پر مشتمل ہے۔۔۔۔ جنھوں نے اپنی تفسیر قرآن میں قرآن کے نظم ومناسبت کا اسلوبیاتی مطالعہ کیا ہے اور اس طرح نظم ومناسبت کے ادبی وبلاغی مباحث کو چار چاند لگا دیے ہیں۔۔۔ تمام مکاتب فکر کے علماء میں اس وجہ سے مقبول ومتداول ہے کہ ادبی وبلاغی اور اسلوبیاتی مطالعہ میں یہ بے نظیر ہے اور قرآنی ادب کے جمال اور اس کے حسن کو نکھارنے میں اس نے بے مثال خدمت انجام دی ہے"۔ (ص ۱۰-۱۱)

اس کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ سے پروفیسر ابو الکلام قاسمی صاحب صدر شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا اس کتاب پر یہ ریمارک بالکل بجا لگا کہ "قرآن کریم میں نظم ومناسبت" کے نام سے ڈاکٹر فہد کی نئی کتاب نہ صرف یہ کہ اعجاز قرآن اور جمالیات ومحاسن کے نقطہ نظر سے قرآن کی بلاغت کے موضوع پر اردو میں اپنی نوعیت کی ایک "منفرد کتاب" ہے بلکہ بعض علمائے ادب وبلاغت کے حوالے سے متعدد غیر معمولی مطالعات کا خمیر اس کتاب میں کشید کر لیا گیا ہے"۔ (آخری صفحہ، فلیپ اندرون)

میرے خیال میں مطالعہ قرآن سے شغف رکھنے والوں کے لیے یہ ایک گراں قدر تحفہ ہے اور نظم قرآن پر داد تحقیق دینے والا اس کتاب سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا اس سے جہاں ابتدائی کوششوں کا اندازہ ہوتا ہے، ارتقائی مراحل سے واقفیت بہم پہنچتی ہے وہیں بہت سے اشکالات بھی رفع ہوتے ہیں اور نئی راہیں وا ہوتی ہیں۔

صاحب تصنیف کی حیثیت کو دیکھتے ہوئے بعض تسامحات شدت سے کھٹکتی ہیں اگر ان کی اصلاح بھی ہو جائے تو حسن وقعت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

(۱) آیاتِ قرآنی کے ترجموں کی نزاکتوں کا لحاظ پاس ولحاظ محسوس نہیں ہوتا۔
مثلاً صفحہ ۱۲۶ پر سورہ فاطر آیت ۹ "والله الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقناه الی بلد میت" میں بلد میت کا ترجمہ "ایک اجڑ علاقے" کیا گیا ہے حالانکہ "اجاڑ" کے بجائے "خشک و ویران" زیادہ بہتر تھا کیوں کہ "اجڑ" کا مدلول تھوڑا مختلف ہے۔

اسی طرح صفحہ ۸۰ پر سورہ توبہ آیت ۱۹ "اجعلتم سقایة الحاج و عمارة المسجد الحرام کمن آمن بالله" میں "عمارة المسجد الحرام" کا ترجمہ "مسجد حرام کی مجاوری کرنا" کیا گیا ہے حالانکہ "مجاوری کرنے" کے بجائے "آبادکاری" زیادہ بہتر ہوتا کیوں کہ "مجاوری کرنے" کا مدلول کچھ مختلف ہے۔

(۲) بسا اوقات اسلوب بیان میں ملاحت اور ادب کی خامی محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۳۳ پر دو اشعار کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"یہاں اسی قدر ثقالت، رذالت اور سطحیت ہے جس قدر اول کے اشعار میں خفت، نزاکت اور حسن ہے۔" بالخصوص "ثقالت"، "رذالت" اور "خفت" وغیرہ الفاظ کی باریک معنویت پر غور فرمائیں اور عام قاری کو سامنے رکھیں۔

> "عقیدت مندی کا غلو ایک طرف تو لوگوں سے قوتِ فیصلہ اور کھرے کھوٹے کی تمیز سلب کر لیتا ہے، تو دوسری طرف اس شخص کے اپنے درمیان سے اٹھ جانے کے بعد انھیں حیران و ششدر رہنا کے رکھ دیتا ہے، وہ نہیں جان پاتے کہ اب کدھر جائیں اور کیا کریں؟ اس وقت انھیں تحریک کے مستقبل کی اتنی فکر نہیں رہ جاتی جتنا کہ اس شخصیت سے محرومی کا غم لاحق ہو رہتا ہے۔" (مولانا صدر الدین اصلاحی)

جامعہ کے لیل و نہار

ادارہ

ماسٹر عبد اللہ صاحب نگراں اعلیٰ منتخب: یہ اطلاع دیتے ہوئے ہمیں انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ جامعہ کے قدیم استاد ماسٹر عبد اللہ صاحب کی خدمات بحیثیت نگراں اعلیٰ حاصل کر لی گئی ہیں، آپ نے ۲۳ر جنوری ۱۹۹۹ء سے ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ آپ ۱ر جولائی ۱۹۳۲ء کو پیدا ہوئے، تکی پور نزد چاند پٹی ضلع اعظم گڑھ آپ کا وطن ہے۔ شبلی کالج اعظم گڑھ سے B.A. اور M.A. کیا ہے۔ سب سے پہلے ۲۱ر جون ۱۹۵۷ء کو بحیثیت استاد تشریف لائے تھے مختلف اسباب کی بنا پر وقتاً فوقتاً سے سلسلہ ٹوٹتا رہا۔ پھر فروری ۱۹۹۵ء سے مستقل ہیں شروع میں چند سال شعبہ ابتدائی و ثانوی میں خدمات انجام دینے کے بعد شعبہ اعلیٰ میں انگریزی، معاشیات کے استاد ہو گئے تھے، اس وقت بھی یہی مضامین آپ کے ذمے ہیں، آپ نگراں اور کچھ دنوں نائب صدر مدرس بھی رہ چکے ہیں۔ دعا ہے کہ نئے حوصلوں اور توانائی کے ساتھ آپ کی رہنمائی میں جامعہ حال میں مزید بہتری آئے (آمین)

محترمہ سلمیٰ جلیل صاحبہ صالحاتی ہیڈ معلمہ کلیۃ البنات منتخب: محترمہ سلمیٰ صاحبہ صالحاتی کو ہیڈ معلمہ کلیۃ البنات کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔ ۲۰ر دسمبر ۱۹۹۸ء کو مجلس عاملہ نے یہ فیصلہ لیا اور اسی دن سے انھوں نے ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ آپ ۱۰ر مارچ ۱۹۶۳ء کو پیدا ہوئیں وطن زمین رسولپور اعظم گڑھ ہے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ "مدرسۃ النجاح" میں حاصل کی۔ مزید تعلیم شبلی کالج اعظم گڑھ اور نسواں اسکول پہاڑ پور اعظم گڑھ میں پائی۔ ۱۹۷۶ء میں ویمنس کرسچن انٹر کالج اعظم گڑھ سے ہائی اسکول پاس کیا اسی سال جولائی میں جامعۃ الصالحات رامپور میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۲ء میں فضیلت کی سند حاصل کی۔ ۱۹۹۵ء

میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے M.A. کیا۔

کلیۃ البنات میں جب شعبہ اعلیٰ کی شروعات کی گئی تو اس وقت کے نائب ناظم جناب منشی محمد انور صاحب کی دعوت پر یکم اگست ۱۹۸۶ء سے تدریسی خدمت کا آغاز کیا۔ اب تک مختلف مضامین آپ کے زیر درس رہے ہیں، قرآن و حدیث نحو، صرف اور فقہ سے خصوصی شغف ہے۔ خواتین کے مختلف پروگراموں میں شرکت کرتی رہتی ہیں۔

۲ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو آپ کا عقد مسنون موجودہ صدر مدرس جامعۃ الفلاح مولانا محمد طاہر صاحب عمری مدنی سے انتہائی سادگی کے ساتھ ہوا تھا۔

الحمد للہ انھوں نے یکسوئی اور تندہی کے ساتھ اپنا کام شروع کر دیا ہے اپنے عزائم کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا "مجھے شعبہ اعلیٰ کے معیار تعلیم کو بلند کرنا ہے اس کیلئے ڈ پلان کو عمدہ کرنا ہوگا۔ اگر نظم نے میرا ساتھ دیا تو ان شاء اللہ میں کوشش کروں گی کہ اس جامعہ کی ہر طالبہ ایک بہترین بیٹی، بہن، بیوی اور ماں کی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی ادا کرنے کے لائق ہو سکے جس سے ملت کا فائدہ ہو۔"

دعا ہے کہ اللہ انھیں توفیق عنایت فرمائے (آمین)

جامعۃ الامام ریاض سے دو فلاحیوں کی منظوری یقیناً یہ خبر بھی مسرت افزا ہوگی کہ امسال اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعۃ الامام ریاض نے دو فلاحیوں کا داخلہ منظور کیا ہے۔

(۱) جناب محمد شاہد صاحب فلاحی (فضیلت ۱۹۹۰ء) آپ اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں اور اس وقت جامعہ ہی میں شعبہ اعلیٰ میں تدریسی خدمت انجام دے رہے تھے۔

(۲) جناب ابو زید صاحب فلاحی (فضیلت ۱۹۹۶ء) آپ بھی اعظم گڑھ کے رہنے والے ہیں اور اس وقت طبیہ کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں B.U.M.S. کر رہے تھے۔

احقر سے دعا ہے کہ انھیں زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

نیا تعلیمی سال ۲۲ جنوری ۱۹۹۹ء سے نیا تعلیمی سال شروع ہو چکا ہے۔ شروع میں نئے

[داخلے] اور تجدید داخلہ کی کارروائیاں مکمل کرنے کی کوشش رہی مختلف اسباب سے جنکے امتحان [ملتوی ہو] گئے تھے انھیں بھی تکمیل کو پہنچایا گیا۔ اب الحمد للہ تازہ دم ہو کر نئی امنگوں اور منصوبوں کے ساتھ تمام ہی اساتذہ و طلبہ تعلیم و تعلم میں مصروف ہو چکے ہیں۔ امسال شعبہ ابتدائی میں ۲۰۱، شعبہ ثانوی ۳۸، شعبہ اعلیٰ میں ۸۹ اور کلیۃ البنات میں ۳۲۶ داخلے ہوئے ہیں۔

درجہ اعدادی کا آغاز وہ طلبہ جو اسکول اور کالجز سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آتے ہیں ان کی عمریں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور کسی خاص مضمون (مثلاً اردو) میں کمزوری کی وجہ سے عربی اول کے ٹسٹ میں ناکام رہ جاتے ہیں یا اسی طرح وہ طلبہ جو درس نظامیہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آتے ہیں ان کی عمریں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور وہ بھی کسی خاص مضمون (مثلاً انگریزی) میں کمزوری کی وجہ سے عربی اول کے ٹسٹ میں ناکام ہو جاتے ہیں ان کی خصوصی تیاری کیلئے درجہ اعدادی کے نام سے ایک سالہ کورس شروع کیا گیا ہے تاکہ سال بھر میں کمزوری کا ازالہ کر کے آئندہ سال داخلہ کے لائق بنایا جا سکے۔

ڈاکٹر خالد حامدی صاحب فلاحی کا خطاب جناب ڈاکٹر خالد حامدی صاحب فلاحی جو ان دنوں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں لیکچرر ہیں اور "اللہ کی پکار" کے نام سے ماہی مجلہ نکال رہے ہیں۔ جامعہ تشریف لائے تو انہوں نے ۱ر فروری ۱۹۹۹ء کو طلبہ جامعہ کو خطاب بھی فرمایا جامعہ کے مقاصد اور ماضی کی یادوں کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے قرآن و سنت کی تعلیم پر خصوصی توجہ مرکوز کرنے کی تلقین فرمائی "اعبدوا اللہ مالکم من إلٰه غيره" کو انبیائی دعوت کا خلاصہ بتاتے ہوئے کلام اللہ کو مستقل سیکھنے اور سمجھانے کی کوششوں کو جاری رکھنے کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی اور اس بات پر تشویش کا اظہار فرمایا کہ بعد از فراغت قرآن کے مسلسل مطالعہ اور غور و فکر کی عادت عموماً باقی نہیں رہتی اور ایک طرح سے بے نیازی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ فہم قرآنی کے لئے خصوصاً قدیم عربی میں درک بہم پہنچانے [پر زور] دیتے ہوئے آپ نے زمانہ نزول قرآن اور عصر حاضر کو ملحوظ رکھتے ہوئے

غور و فکر کرنے پر ابھارا تعزیع پیدا کرنے اور اساتذہ کے احترام و قدر دانی کی بھی نصیحت فرمائی کہ یہ چیزیں علم میں اضافہ کا سبب بنتی ہیں۔

نئی تقرری مولانا علی مرتضیٰ صاحب فلاحی ندوی جو پہلے جامعہ میں شعبہ اعلیٰ میں تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں، اس بار بحیثیت محررو فتر امتحان ان کی تقرری عمل میں آئی ہے۔ آپ نے ۱۳ فروری ۱۹۹۹ء سے ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ انھیں بیش از بیش خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

ریٹائر کئے جانے والے اساتذہ امسال درج ذیل اساتذہ کرام کو ریٹائر کیا گیا ہے:

نمبر شمار	نام	وطن	تاریخ پیدائش	تعلیم	تاریخ تقرری
۱	مولانا محمد ایوب صاحب	قرانا پورہ، اعظم گڈھ	۱۹۱۸ء	فضیلات مدرسۃ الاصلاح	یکم جون ۱۹۵۹ء
۲	ماسٹر محمد حنیف صاحب	نصیر پور، اعظم گڈھ	۱۹۳۲ء	انٹرمیڈیٹ	یکم اگست ۱۹۵۳ء
۳	ماسٹر محی الدین صاحب	خانقاہ مندول، اعظم گڈھ	یکم جولائی ۱۹۳۳ء	جونیر ہائی اسکول	۲۳ اگست ۱۹۸۱ء
۴	ماسٹر حبیب احمد صاحب	سلطان گنج، اعظم گڈھ	یکم جنوری ۱۹۳۹ء	ہائی اسکول (ڈبل پاس)	۲۶ جنوری ۱۹۶۹ء، ۱۹۶۹ء (دوسری بار) یکم دسمبر ۱۹۷۵ء
۵	ماسٹر عبد القدوس صاحب	بھیرہ پور، اعظم گڈھ	یکم فروری ۱۹۳۲ء		۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء
۶	ماسٹر انور صاحب	زمین سالیور، اعظم گڈھ	۱۹ جولائی ۱۹۴۵ء	مڈل اسکول	۱۹ اپریل ۱۹۹۰ء
۷	حکیم جلال الدین صاحب	بیلاری پور، اعظم گڈھ	۱۱ اگست ۱۹۴۳ء	عربی چہارم ندوۃ العلماء	۲۰ جولائی ۱۹۶۶ء

دعا ہے ان کی خدمات ان کے لئے بہترین زاد آخرت ثابت ہوں اور اللہ انہیں قبول فرمائے۔ آمین!

اظہار تعزیت جس دن مدرسہ کھلا اسی دن یہ افسوسناک خبر ملی کہ ماسٹر کامل رضا صاحب استاد شعبہ ثانوی کے والد محترم جناب محمد عارف رضا صاحب ۲۳ جنوری ۱۹۹۹ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف ۶۵ سال کے تھے مولانا ذبیح نالندوی سے تعلق تھا اور کینسر کے مرض میں مبتلا تھے۔ اللہ سے دعا ہے کہ انھیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

بذریعہ فون و خط یہ المناک خبر بھی ملی کہ عزیزی محمد شہزاد بن عبد العزیز مالیر کوٹلہ پنجاب جو گذشتہ سال عربی اول میں زیر تعلیم تھا، امتحان دے کر گھر گیا تھا امتحان میں کامیاب تھا۔ اچانک ۹ جنوری ۱۹۹۹ء بروز جمعہ یرقان کے مرض میں مبتلا ہو کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے (آمین)

بعد تعطیل یہ افسوسناک اطلاع بھی ملی کہ جناب عبد السلام صاحب فلاحی مدھنپار اعظم گڈھ (فضیلات ۱۹۷۵ء) کی والدہ محترمہ ۱۹ رمضان المبارک بمطابق ۷ جنوری ۱۹۹۹ء بروز دوشنبہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون آپ انتہائی سادہ مزاج، متقی اور صابرہ تھیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت کرے۔ آمین۔

یہ خبر انتہائی تکلیف دہ ہے کہ جناب عبد الواحد صاحب فلاحی نصیر پور اعظم گڈھ (عالمیت ۱۹۹۰ء) کی والدہ محترمہ لطف النساء صاحبہ ۱۶ فروری ۱۹۹۹ء بروز سنیچر اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ انتہائی پاک طینت اور ملنسار تھیں۔

اللہ مغفرت فرمائے جنت الفردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت کرے آمین۔

> مسجد کی ایک اینٹ بھی اگر کھود کر پھینک دی جائے تو اس گئی گذری حالت میں بھی مسلمانوں کی گردنیں خون کے دریا بہانے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ مگر اللہ کے بے شمار احکام کی مظلومیت پر بہانے کے لئے ان کے پاس چند قطرے آنسو بھی نہیں ہوتے۔ اس فرق کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ تو دین کا کام سمجھا جاتا ہے اور یہ کچھ دنیا کا۔
>
> (فریضہ اقامت دین از مولانا صدر الدین اصلاحی ص ۶۷-۶۸)

خطوط و رسائل

برادر عزیز جناب عبدالمعز اثری فلاحی صاحب

مدیر حیات نو جامعۃ الفلاح بلریا گنج .... السلام علیکم

حیات نو کا تازہ شمارہ ملا، شکریہ۔

خدا کا شکر ہے کہ 'حیات نو' کو ایک نئی زندگی ملی اور باقاعدگی سے شائع ہونے لگا کمپیوٹر کتابت پر آجانے سے اس کے حسن ظاہری میں بھی اضافہ ہوا ہے اور کتابت کی غلطیوں سے بڑی حد تک رسالہ پاک ہو گیا خدا کرے اس کے ظاہری اور معنوی حسن میں برابر نکھار آتا جائے۔

سرورق کیلئے آپ نے مولانا مودودیؒ کی جو عبارت منتخب کی ہے وہ واقعی شہکار Master Piece ہے۔ اس سے بہت سے قارئین کو روشنی' رہنمائی ملے گی اور جذبات کو مہمیز کرنے میں بھی اس سے بڑی مدد ملے گی۔ اگر یہ خوبصورت اور جاندار عبارت چوکھٹے Box میں ہوتی تو یہ انگوٹھی میں نگینہ کی طرح چمکتی۔ بڑا اچھا ہوتا اگر پرانے باکس کو کار آمد بنا لیا جاتا جو 'حیات نو' کی لوح کیلئے ایک عرصہ تک زیر استعمال رہا۔ وہ خوبصورت تھا۔ آج بھی اس کی یاد برابر آتی ہے۔ میری بچی حمیرا جو چھٹی کلاس کی طالبہ ہے۔ نے جب تازہ شمارہ دیکھا تو اس کا بھی یہی تاثر تھا کہ اس سے پہلے جو ہرے رنگ کا ٹائٹل تھا اس سے اچھا تھا۔

نظام مساجد کے زیر عنوان آپ نے جو اداریہ تحریر کیا ہے۔ فکر انگیز ہے۔ جزاکم اللہ۔ البتہ اسکے آخری صفحہ کی عبارتوں کے در و بست میں نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ اداریہ لکھنے کے بعد اس پر کسی سے نظر ثانی کرا لیا کریں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپکی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ مولانا ابواللیث صاحبؒ جب کوئی تحریر قلم بند کرواتے تھے تو اس کے نوک پلک درست کرنے کے لئے جناب محمد شفیع مونس صاحب کے پاس بھیج دیتے تھے۔ ویسے یہ ایک حقیقت ہے کہ

آدمی کو اپنی غلطی کم ہی نظر آتی ہے، اور اس کی اصلاح کی طرف کم ہی توجہ ہوپاتی ہے۔

اپنے مشاہدے کی بنا پر مساجد کے اندر مکاتب کے قیام کی تجویز سے اصولی طور پر اختلاف ہے۔ بڑی عمر کے طلبہ سے تو کسی درجہ میں یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ احترام مسجد کا شعور ہونے کی وجہ سے مسجد کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں گے اور اس کا احترام ملحوظ رکھیں گے۔ مگر کم عمر بچے مسجد کے فرش، صف وغیرہ کو جس طرح استعمال کرتے ہیں اس کا اندازہ مساجد کے اندر قائم مکاتب کو دیکھ کر بآسانی کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ منظر تو بڑا ہی عبرت انگیز اور روح فرسا ہوتا ہے جب مسجد کے اندر مع اسباب طلبہ کو رہائش کی سہولت بھی بہم پہنچائی جاتی ہے۔ میں نے دہلی میں لاہوری گیٹ اور مہندیان میں یہ تکلیف دہ نظارہ بچشم سر دیکھا ہے اور اپنی قوم کی بدحالی پر رونا آیا ہے۔ وہ مسجد کے بجائے مسافر خانہ کا تصور پیش کرتی ہیں اور اس میں نماز ادا کرنا ایک تکلیف دہ اور ناگوار عمل ہوتا ہے۔ اسلام نے پاکیزگی، صفائی اور طہارت اور ستھرے پن کی جو تعلیم دی ہے اسکا اثر اپنے یہاں تو برائے نام ہی کہیں نظر آتا ہے، البتہ یہ خوبی غیر مسلموں نے اپنائی ہے۔

بین المدارس ثقافتی مقابلہ کی خبر اور اس کی روداد بڑے شوق اور دلچسپی سے پڑھی۔ یہ اور اس نوع کے دوسرے پروگرام مقاصد جامعہ کو بروئے کار لانے میں اہم رول ادا کر سکتے ہیں۔ خدا کرے یہ سلسلہ آئندہ بھی برقرار رہے اور اس میں مزید ترقی ہو۔ بلاشبہ یہ منتظمین جامعہ کی وسیع النظری، ان کی دور اندیشی اور حسن تدبیر کی مظہر ہے۔ وحدت ملت کی سمت میں ان کا یہ اقدام لائق صد تحسین و ستائش ہے۔ مختلف مکاتب فکر اور مسالک کے علماء کو جمع کرنا اور کچھ دن کیلئے ان کو باہم شیر و شکر کر دینا جامعۃ الفلاح کا طرہ امتیاز ہے۔ اس کم نصیب امت نے جزوی، فروعی، مسلکی، گروہی اور سیاسی اختلافات کے زیر اثر تکفیر، تفسیق اور تضلیل کے تیر اس کی بنیاد پر خاندانوں اور برادریوں میں افتراق اور انتشار کے بہت سے تجربے کر لئے اور اسکے کڑوے کسیلے پھل بھی کھائے، اب وقت آگیا ہے کہ امت میں بیداری آئے اور وسیع تر بنیادوں پر اسکے اندر اتحاد و اتفاق کی فضا پروان چڑھے اور اپنوں میں ان کا اعتماد و وقار اور اغیار میں انکی عظمت رفتہ بحال ہو۔

کل ہند سطح پر اس طرح کے مقابلے منعقد کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مقامی سطح پر اسے وسعت دی جاسکتی ہے۔

حضرۃ الاستاذ مولانا جلیل احسن ندوی کے حالات زندگی پر آپ کا مرتب کردہ مقالہ جو سلسلہ وار شائع ہو رہا ہے، خوب ہے۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ سالوں کی تاخیر سے سہی، مگر چھپا تو دل کو طمانیت اور آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ اس مقالہ پر آپ بجا طور پر مستحق مبارک باد ہیں۔ اس مقالہ سے نہ صرف طلبہ عزیز کو بلکہ اساتذہ کرام کو بھی رہنمائی ملے گی بالخصوص ان لوگوں کو جنہیں مولانا کو دیکھنے یا ان سے اخذ و استفادہ کی سعادت حاصل نہیں ہو سکی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مولانا مرحوم کی تفسیری آراء اور ترجیحات اور تعلیمی رجحانات کو بھی قلم بند کر کے منظر عام پر لایا جائے نیز ان کے قلمی مسودات کو مرتب کر کے 'حیات نو' "زندگی نو" "معارف" وغیرہ میں شائع کرا دیا جائے جس سے اہل علم اور تشنگان علم کو علمی اور فکری غذا مل سکے۔

"فریضہ اقامت دین" کے مولانا صدرالدین صاحب کی تحریر کا انتخاب اس شمارہ میں بہت خوب ہے۔ اگر اس میں کوئی جاندار سرخی ہوتی تو سونے پر سہاگہ ہوتا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اسی وہ مولانا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ انکی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے۔ اور انہیں اعلیٰ علیین میں مقام بلند عطا فرمائے۔ ایک مختصر تحریر مولانا مرحوم سے متعلق ارسال خدمت ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو قریبی اشاعت میں اسے شائع کر دیں۔

والسلام

عبدالحق فلاحی

محترم و مکرم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حیات نو کا شمارہ (جنوری فروری ۱۹۹۹ء) پہلی بار بذریعہ ڈاک موصول ہوا۔ شکریہ۔

اس شمارہ کی جان آپ کے وقیع اداریہ کے علاوہ درج ذیل مقالات ہیں:

۱۔ تاریخ ہند کا المیہ اور ۲۔ ذکر جلیل (۵)

"اداریہ" اس عظیم شخصیت کے تئیں بجا، مناسب اور متوازن خراج عقیدت ہے، جس کا نام نامی، مولانا صدرالدین اصلاحی ہے (تھا نہیں)

ع عجیب شخص تھا وہ بھی خدا کی رحمت ہو!

آپ کی دعاؤں کے خاتمہ پر میرے قلب و ذہن نے بھی آمین کہا کہ مولانا موصوف کی شخصیت کے دینی اور علمی پرتو سے مجھے بھی گاہے گاہے مستفید ہونے کی سعادت حاصل رہی ہے۔

"ذکر جلیل" میں حق شاگردی ادا کر دیا گیا ہے۔ پڑھ کر مولانا مرحوم کے ساتھ بار بار گذارے مختصر لمحات کی یاد، ذہن و دل کو منور کر گئی۔ البتہ ایک بات عرض کرنی ہے۔ "مولانا اور جامعۃ الفلاح" کے ذیلی عنوان کے تحت جو کچھ بھی تحریر فرمایا گیا ہے وہ خاصہ تشنہ ہے۔ صائب الرائے صاحب قلم سے اس سے بہتر یعنی معروضی اور حقائق پر مبنی واقعہ نگاری کی امید تھی۔ حالانکہ ایک جگہ پر پردہ کشائی ہوئی گئی ہے۔

اس بات کی شہادت میں اسلئے کر رہا ہوں کہ مکتب کے جامعہ بننے کے تقریباً روز اول سے میں بحیثیت رکن مجلس انتظامیہ، اس منفرد ادارہ سے وابستہ رہا ہوں اور بہت سی (آپ کی نظر میں ناقابل تحریر) باتوں کا عینی شاہد بھی۔ ممکن ہے اس سہو کی وجہ جامعہ کے نام نہاد مفادات کی خیر خواہی ہو لیکن ماننا چاہیے کہ 'قدرو گیسو میں قیس و کوہ کن کی آزمائش' والی بات ازلی صداقت ہے اور ایک فلاحی سے بجا طور سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ اس میں پورا اترے گا۔

علاوہ ازیں اسلامی تاریخ نگاری کے آداب و ضوابط کی پابندی اگر ہم نہ کرینگے تو کون کرے گا؟ مسلمان تاریخ نویسی کرتا ہے، تاریخ سازی اوروں کا وطیرہ ہے۔ حقائق سے، خواہ وہ کتنے ہی تلخ ہوں، چشم پوشی بالآخر مضر ثابت ہوتی ہے۔ آنے والی نسلوں کیلئے اور ان کا سلیقہ سے تذکرہ اصلاح کیلئے مہمیز کا کام کرتا ہے۔

ایک بات اور سرورق کی عبارت کا انتخاب لاجواب ہے اور برمحل بھی اور

شاید اکابرین جامعہ کے لئے ایک آئینہ۔

ممکن ہو تو تین شماروں میں ذکر جلیل ا۔ ۲۔ اور ۳ شائع ہوا ہے۔ بھجوا دیں۔ اگر مصلحت درمیان میں حائل نہ ہو تو یہ خطاحیات نو میں شائع فرمادیں۔ مشکور ہوں گا۔

والسلام

خاکسار (ڈاکٹر) ابرار اعظمی

خالص پور، اعظم گڑھ ۲۷۶۱۳۸

(نوٹ: دونوں خطوط نگاروں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ "ذکر جلیل" کا مرتب میں ہوں، حالانکہ وہ محمد ارب ازہری فلاحی کا مرتب کردہ ہے جو کئی سال ماہنامہ اسلامک موومنٹ (اردو) کے ایڈیٹر رہے ہیں، اس کی اصلاح کر دیں۔ (مدیر))

ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح کی مطبوعات

دینی مدارس اور ان کے مسائل — قیمت: ۳۰ روپے

اس موضوع کے مختلف گوشوں پر مولانا ابوالعرفان ندوی، مولانا حبیب الرحمن عمری، مولانا فاروق خاں، مولانا مقتدیٰ حسن ازہری، مولانا عزیز صاحب المظاہری، مولانا مجیب اللہ ندوی اور سید حامد سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ وغیرہم کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے دوسالہ کنونشن منعقدہ ۱۲/۱۳ فروری ۱۹۸۹ء میں پیش فرمائے تھے۔

نقوش و تاثرات — قیمت: ۹ روپے

مولانا جلیل احسن ندوی کے اہم مضامین کا انتخاب اور خوبصورت مجموعہ

ساہتیہ پربھا (مرتب: ڈاکٹر کوثر یزدانی) — قیمت: ۱۵ روپے

ثانوی درجات کیلئے اسلامی مزاج کے مطابق تیار کردہ ہندی نصابی کتاب

ہندی ساہتیہ سمن (درجہ پنجم، ششم، ہفتم کیلئے کمپوزیٹری بک) — قیمت: ۱۵ روپے

جس میں ہندی قواعد، ہندی شعراء کا تعارف اور دیگر مفید چیزیں جمع کر دی گئی ہیں جو بچوں کو ہندی سکھانے کیلئے بڑی مفید ثابت ہوں گی۔

ملنے کا پتہ: ادارہ علمیہ، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ - 276 121 (یو.پی.)

اسلامی ساہتیہ پرکاشن، 1525، سوئی والان، نئی دہلی - 110 002

روداد انجمن

انتخاب ورپورٹ دہلی یونٹ

محمد ارشد فلاحی

۳۰ دسمبر ۱۹۹۸ء کو مسجد اشاعت اسلام ٹرسٹ ابوالفضل انکلیو نئی دہلی میں انجمن طلبہ قدیم دہلی یونٹ کا پروگرام ہوا تقریباً ۱۵۰ شرکا تھے محترم ڈاکٹر خالد حامدی فلاحی کے تذکیری کلمات سے آغاز ہوا اور اگلی میقات کیلئے انتخاب عمل میں آیا۔ محترم طارق اکرام اللہ صاحب فلاحی صدر منتخب ہوئے اور درج ذیل فلاحی برادران پر مشتمل مجلس شوری تشکیل دی گئی۔

۱۔ جناب جبرئیل امین صاحب فلاحی — ۲۔ جناب عبدالحق صاحب فلاحی

۳۔ جناب انیس احمد صاحب فلاحی — ۴۔ جناب محمد ارشد صاحب فلاحی

۵۔ جناب عبیدالرحمن صاحب فلاحی

انکے علاوہ مرکزی شوری کے دہلی میں موجود ممبران بھی شریک رہیں گے

(۱) جناب ابوالکرم صاحب فلاحی ازہری (۲) جناب نسیم غازی صاحب فلاحی

(۳) جناب مشرف حسین صاحب فلاحی (۴) جناب عبدالعزیز صاحب فلاحی سلفی

اس موقع سے سالانہ رپورٹ اور حساب بھی پیش کیا گیا۔ فلاحی برادران کو مربوط کرنے اور طلبہ جامعہ و انجمن کو تعاون فراہم کرنے اور حیات نو کو بہتر بنانے کے سلسلے میں پیش نظر منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا جاسکا۔ البتہ دہلی میں موجود فلاحی برادران کی علمی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے انھیں تعلیمی سہولیات (بالخصوص اسکالر شپ) بہم پہنچانے نیز آفس کی فراہمی اور جامعہ کے تعارفی سیمینار و کنونشن وغیرہ منصوبوں کو عدم تعاون ودیگر اسباب کی بنا پر عملی روپ نہیں دیا جاسکا۔

توقع ہے کہ اگلی ٹیم و ممبران کا بھرپور تعاون حاصل رہے گا اور وہ سارے خواب شرمندہ تعبیر کر سکے گی۔ اللہ توفیق ارزانی کرے۔ آمین!